t s r q ¸ ¶ µ

اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے سمجھے!

جلد 9	شمارہ 12	صفر/ربیع الاوّل 1437ھ	دسمبر 2015ء

ISSN 2305-6231

ماھنامہ

حکمتِ بالغہ

جھنگ

مدیر مسئول : انجینئر مختار فاروقی

مشاورت

ڈاکٹر محمد سعد صدیقی — مدیر معاون و نگران طباعت: مفتی عطاء الرحمٰن

حافظ مختار احمد گوندل — تزئین و گرافکس: جواد عمر

پروفیسر خلیل الرحمٰن — قانونی مشاورت:

محمد فیاض عادل فاروقی — محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ، چودھری خالد اشیر ایڈووکیٹ

ترسیل زر بنام: انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ

اہل ثروت حضرات کے لیے تاحیات زرِتعاون سترہ ہزار روپے یکمشت

سالانہ زرتعاون: اندورنِ ملک 400 روپے، قیمت فی شمارہ 40 روپے

قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر پاکستان پوسٹ کوڈ 35200

047-7630861-7630863

ای میل: hikmatbaalgha@yahoo.com

ویب سائٹ: www.hikmatbaalgha.com

www.hamditabligh.net

پبلشر: انجینئر مختار فاروقی طابع: محمد فیاض مطبع: سلطان باہو پریس، فوارہ چوک، جھنگ صدر

اَلْكَلِمَةُ الْحِكْمَةُ ضَآلَّةُ الْمُؤْمِنِ فَحَيْثُ وَجَدَهَا فَهُوَ اَحَقُّ بِهَا (ترمذی)

حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ متاع ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا زیادہ حق دار ہے

مشمولات

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات		3
2	بارگاہِ نبوی میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	6
4	اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ	حافظ عاکف سعید	13
5	مشرقی پاکستان بنگلہ دیش کیسے بنا؟	ڈاکٹر ممتاز عمر	18
6	اُمت مسلمہ پنجہ یہود میں،	عبدالرشید ارشد	28
7	قرآن مجید اور اطاعت رسول ﷺ	مولانا محمد حنیف ندوی	38
8	عالمی امن کے لیے صدر پیوٹن کی نئی حکمت عملی	مرزا اسلم بیگ	51
9	اذانِ حق	محمد منظور انور	55
10	تبصرہ وتعارف کتب		60

ماہنامہ حکمت بالغہ میں قلمی تعاون کرنے والے حضرات کے مضامین معلومات کے تبادلے اور وسیع تر انداز میں خیر کے حصول اور شر سے اجتناب کے لیے چھاپے جاتے ہیں اور ادارے کا مضمون نگار حضرات سے تمام جزئیات میں اتفاق ضروری نہیں۔

یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں 6 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں (ادارہ)

قرآن مجید

کے ساتھ

چند لمحات

سورة الفجر آیات 30 ، رکوع 1

سورۃ الفجر میں آخرت کی سزا و جزا کا اثبات ہے اور قومِ عاد، ثمود اور فرعون پر زمین میں فساد پھیلانے کی وجہ سے عذاب کا کوڑا برسنے سے، اس بات پر استدلال ہے کہ اس کائنات کے ربّ کی حکمت اور عدل کا تقاضا ہے کہ وہ محاسبہ کرے اور جزا و سزا دے۔ پھر اس حقیقت کا بیان ہے کہ اللہ کے ہاں اس دنیاوی زندگی میں نہ تو دولتمند اور نامور ہونا کوئی اعزاز و اکرام ہے اور نہ ہی رزق کی تنگی کوئی تذلیل کے لیے ہے۔ بلکہ ان دونوں حالتوں سے اللہ تعالیٰ انسان کو آزماتا ہے کہ دولت پاکر وہ کیا رویہ اختیار کرتا ہے اور تنگدست ہوکر کس روش پر چلتا ہے۔ پھر جو لوگ ان نعمتوں کو حاصل کر کے مغرور اور دوسروں کا حق دبانے والے بن جاتے ہیں ان کو تنبیہ اور آخرت کے سخت عذاب کی وعید ہے۔ اور جو لوگ تنگی اور فراخی دونوں حالتوں میں مطمئن اور راہِ راست پر قائم رہتے ہیں آخرت میں ان کے بہترین انجام کا ذکر ہے۔

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیمِ

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

وَ الفَجرِ O وَ لَیَالٍ عَشرٍ O

فجر کی قسم اور دس راتوں کی

وَّ الشَّفۡعِ وَ الۡوَتۡرِ O وَ الَّیۡلِ اِذَا یَسۡرِ O

اور قسم ہے جفت اور طاق کی اور رات کی جب جانے لگے

هَلۡ فِیۡ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِیۡ حِجۡرٍ O

بے شک یہ چیزیں عقلمندوں کے نزدیک قسم کھانے کے لائق ہیں

اَلَمۡ تَرَ کَیۡفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ O

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے پروردگار نے (قومِ) عاد کے ساتھ کیا کیا؟

اِرَمَ ذَاتِ الۡعِمَادِ Oالَّتِیۡ لَمۡ یُخۡلَقۡ مِثۡلُهَا فِی الۡبِلَادِ O

(جو) اِرم (کہلاتے تھے) اور (اونچے مضبوط) ستونوں (والی عمارات بنانے

والے کہ روئے ارضی پر اس (قومِ عاد) جیسی کوئی قوم پیدا نہ کی گئی تھی

وَ ثَمُوۡدَ الَّذِیۡنَ جَابُوا الصَّخۡرَ بِالۡوَادِ O

اور قومِ ثمود کے ساتھ (کیا کیا) جو وادی (قریٰ) میں پتھر تراشتے (اور گھر بناتے) تھے

وَ فِرۡعَوۡنَ ذِی الۡاَوۡتَادِ O

اور فرعون کے ساتھ (کیا کیا) جو پہاڑوں (جیسے اہراموں) والا تھا

الَّذِیۡنَ طَغَوۡا فِی الۡبِلَادِ O

یہ (سب قومیں) ملکوں میں سرکش ہو رہے تھے

فَاَکۡثَرُوۡا فِیۡهَا الۡفَسَادَ O

اور ان میں بہت فساد مچاتے تھے

فَصَبَّ عَلَیۡهِمۡ رَبُّكَ سَوۡطَ عَذَابٍ O

تو تمہارے پروردگار نے ان پر عذاب کا کوڑا دے مارا

اِنَّ رَبَّكَ لَبِالۡمِرۡصَادِ O

بے شک تمہارا پروردگار (ہر سرکش اور باغی کی) تاک میں ہے

صَدَقَ اللّٰهُ الۡعَظِیۡمُ

بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات

مَثَلِیْ وَمَثَلُکُمْ کَمَثَلِ رَجُلٍ أَوْقَدَ نَارًا، فَجَعَلَ الْجَنَادِبُ وَالْفَرَاشُ یَقَعْنَ فِیهَا، وَهُوَ یَذُبُّهُنَّ عَنْهَا، وَأَنَا آخِذٌ بِحُجَزِکُمْ عَنِ النَّارِ، وَأَنْتُمْ تَفَلَّتُوْنَ مِنْ یَدِی (مسلم،عن جابر h)

''میری مثال اور تمہاری مثال اس آدمی کی طرح ہے جس نے (روشنی کے لیے) آگ جلائی، تو اس میں پتنگے اور پروانے گرنے لگیں اور وہ آدمی ان کو روکے۔ (اسی طرح) میں تمھیں کمر سے پکڑ کر (دوزخ) کی آگ سے بچا رہا ہوں اور تم میرے ہاتھ سے نکلتے جا رہے ہو۔''

سود

(BANK INTEREST)

انجینئر مختار فاروقی

اسلام میں سود مفرد بھی حرام ہے اور سود مرکب (MULTIPLE INTEREST) بھی۔ ملک خداداد پاکستان کو سود اور سودی معیشت سے پاک کرنے کی طرف مثبت کوششوں کی وجہ سے آج سے دو عشرے پہلے ہماری اعلیٰ عدلیہ بنک انٹرسٹ کو بھی حرام قرار دے کر اس کو ختم کرنے (ABOLISH) کے لیے اقدامات کرنے کا حکم دے چکی ہے۔

مگر ـــــ اس بات کا ماتم کہاں کیا جائے اور کیا مرثیہ لکھا جائے کہ جب متبادل نظام کی ترویج کی مہلت ختم ہونے کو تھی تو نامعلوم کس دباؤ میں آ کر ایک ملکی بنک UBL کے ذریعے حکومت نے اپیل کر دی اور وہ معاملہ گزشتہ چودہ سالوں سے پھر سرد خانے کی نذر ہو چکا ہے۔ اخباری رپورٹ کے مطابق ایک شہری 'عاکف سعید' نے کہیں سپریم کورٹ میں اپیل کر دی اور عدلِ جہانگیری کی زنجیر کو ہلا دیا کہ پاکستان کے ہر شہری کا جو استحصال ہو رہا ہے اس کا خاتمہ ہو سکے۔ پاکستان کا آئین اسلام کے (قرآن وسنت کے) قوانین کے مطابق اس ملک کے مسلمانوں (97% آبادی) کو یہ حق دیتا ہے کہ اس ملک کے حکمران مسلمان عوام کو اسلام کے مطابق زندگی گزارنے کے مواقع فراہم کریں بصورت دیگر وہ حق حکمرانی کھو دیتے ہیں۔ اور اعلیٰ عدلیہ کا فریضہ آئین کی حفاظت اور حکمران طبقہ کے ہاتھوں عوام کا تحفظ ہے۔ لہٰذا ـــــ عوامی سطح کے اس مسئلے پر اعلیٰ عدلیہ کو اس کا از خود نوٹس لینا چاہیے تھا کہ وہ 'بنک کے سود' کے خاتمے کے خلاف اپیل کو

ردّ کر کے 'سودی معیشت' کو ختم کرنے کا اہتمام کرتی اور نہ صرف پاکستان کے مسلمانوں بلکہ دنیا بھر کے دکھی عوام کے مسائل کو باعزت حل کے رُخ کی طرف موڑ دیتی۔

☆ بنک انٹرسٹ ایک طرح سے اقتصادی کینسر (CANCER) ہے جو سودی معیشت کے حامل معاشروں میں اس طرح پھیلتا ہے کہ محنت (LABOUR) کا پھل محنت کش کو نہیں ملتا بلکہ یہ 'پھل' بنکرز (BANKERS) کے ہاں چلا جاتا ہے اور چند عشروں بعد انسانی وسائل ایک محدود طبقے اور چند خاندانوں کے پاس چلے جاتے ہیں اور انسانوں کی اکثریت اپنی بنیادی ضروریات سے بھی محروم ہوتی جاتی ہے۔غریب غریب تر اور امیر امیر تر ہوتا چلا جاتا ہے۔

☆ تاریخ انسانی میں ایک خاص طبقہ نے 'سود' کو جاری کر کے ایسی انسان دشمن اور 'ابلیس دوست' راہ اختیار کی ہے کہ اس کی ہولناکی دنیا کی دو عظیم جنگوں سے بھی کہیں زیادہ ہے۔انسانی معاشروں میں دوسروں کے وسائل پر قبضے کی لعنت اور بُرائی (SOCIAL EVIL) موجود رہی ہے جیسے چوری، ڈاکہ اور راہزنی وغیرہ مگر 'بنک کا سود' ایک ایسی لعنت اور 'بیماری' ہے کہ انسان اس معاشی کینسر کو از خود اختیار کر کے خوش ہوتا ہے اور اس بیماری کا شکار ہو جاتا ہے۔

☆ گزشتہ چار پانچ صدیوں سے جاری بینکنگ کا نظام ایک ایسی 'ڈاکہ زنی' ہے کہ عوام اور اوسط درجے کے دماغ آج بھی اس کے زہریلے پن کو محسوس نہیں کر رہے جبکہ سیاسی، عسکری، صنعتی اور فنی (TECHNOLOGY) میدان میں مغربی استعمار کی برتری نے اس بُرائی کو فروغ دے کر عالمی بنا دیا ہے اور آج دنیا کے کسی دور دراز گوشے میں بھی کوئی انسان سود کے کینسر کے اثرات سے براہِ راست بچ جائے تو خیر____ بالواسطہ سود کی بیماری کے وبائی مہلک پن اور جراثیمی اثرات کے زہر سے نہیں بچ سکتا۔ یہ بالواسطہ (IN DIRECT) سودی اثرات آج روئے ارضی پر ہر زندہ انسان کی شہ رگ تک پہنچ چکے ہیں اور عالمی بنکر جو بغیر کسی کاروبار (ENTERPRISE / ENTERPRESUER) کے سینکڑوں ارب ڈالر کے مالک بن گئے ہیں۔

☆ اس عالمی سودی معیشت نے (جس کی بنیاد مغربی اقوام اور ان کے پس پردہ انسان

دشمن، علم دشمن، اخلاق دشمن، خدا بیزار اور وحی دشمن طبقے نے انسانی استحصال اور وسائل پر قبضے کے لئے رکھی) آج انسانیت کو اپنے پنجوں میں جکڑ رکھا ہے اور اس کے نتیجے میں آج کا مالدار انسان انسانی شکل میں بھیڑیا بن چکا ہے جو دوسرے اپنے جیسے انسانوں کا خون چوس کر خوش ہوتا ہے۔ علامہ اقبال نے ایک صدی قبل فرمایا تھا:

ایں بنوک ایں فکر چالاک یہود — نورِ حق از سینۂ آدم ربود

تا تہ و بالا نہ گردد ایں نظام — دانش و تہذیب و دیں سودائے خام

ترجمہ:۔ یہ سودی بینک یہود کی مکارانہ سوچ ہے اور انسان کے سینے میں نورِ ہدایت (ضمیر) کو مردہ کر دیتے ہیں جب تک اس نظام کو ختم نہیں کیا جائے گا اُس وقت تک دانش، تہذیب اور دین سب بیکار رہے۔

از رِبا آخر چہ می زاید؟ فتن! — کس نداند لذتِ قرضِ حسن

از ربا جاں تیرہ دل چوں خشت و سنگ — آدمی درّندہ بے دندان و چنگ!

ترجمہ:۔ سود سے بالآخر کیا حاصل ہوتا ہے سوائے فتنہ وفساد کے۔ قرضِ حسن کی لذت کی طرف کوئی متوجہ نہیں۔ سود سے جان سیاہ اور دل پتھر کی طرح ہو جاتا ہے اور آدمی بغیر دانتوں اور پنجوں کے درندہ بن جاتا ہے۔

☆ عالمی بنکاری اور سودی معیشت کے معاملات کو چلانے والے طبقہ نے اس اقتصادی استحصالی سودی نظام کو مضبوط کرنے کے لئے کئی سہارے (SISTER CONCERNS) بنا رکھے ہیں اور تاریخ انسانی میں یہ سہارے دنیا بھر کے مظلوم انسانوں نے خود اپنے ہاتھوں سے فراہم کیے ہیں اور دھوکہ کھا کر صدیوں بعد بھی ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ خوبصورت استحصالی کام ہمارے فائدے کے لئے ہیں درحقیقت یہ سارے عنوانات بھی انسانوں کی ہڈیوں کے ڈھانچے سے بچا کھچا گوشت بھی اتار لینے کا حربہ ہیں۔

عالمی سودی نظام کو موجودہ ہولناک انسان دشمنی کی صورت میں لانے والے سہارے (SUPPORTIVE ELEMENTS) درج ذیل ہیں:

(i) کاغذی کرنسی (ii) بیمہ (INSURANCE) (iii) تکافل، (iv) سٹہ کا کاروبار (SPECULATION) (v) انعامی بانڈز (vi) ضروریات زندگی کی مارکیٹ میں انعامی سکیمیں (vii) عوام کے لئے کاروباری قرضے (viii) قسطوں پر اشیاء کی فروخت (ix) تعمیر

مکان اور کار خریدنے کے لئے قرضے (x) خرید و فروخت کے لئے کریڈٹ کارڈز (xi) بنک کارڈز (xii) چوبیس گھنٹے رقم نکالنے کے لئے آٹو کیشن ٹیلنگ مشین کا نظام (xiii) سٹاک مارکیٹ (xiv) سٹاک ایکسچینج (STOCK EX-CHANGES) اور...... (xv) کاروباری شیئرز (xvi) ON-LINE بینکنگ (xvii) E-BANKING (xviii) E-MONEY وغیرہ۔

☆ 'سودی نظام' ایک مکمل نظامِ زندگی اور لائف سٹائل کا نام ہے ایک ذہنیت اور VALUE STRUCTURE یعنی نظام اخلاق کا نام ہے اور اس وقت یہ نظام عالمی سطح پر ہر معاشرے، ہر حکومت اور ہر اجتماعیت کو براہ راست یا بالواسطہ اپنی لپیٹ میں لے چکا ہے۔ اسی سودی نظام کی وجہ سے دنیا میں چھوٹے کاروبار اور گھریلو صنعتیں تباہ ہوگئی ہیں اور اس کی جگہ ملٹی نیشنل کمپنیوں نے لے لی ہے۔

ایک اندازے کے مطابق سودی معیشت کے ذہین اور عالی دماغوں میں پہلے انسان کو 'کماؤ' اور 'خرچ کرو' اور اپنی بچتیں بنکوں میں رکھو، کا عادی بنایا۔ بنکوں میں بنکار بنک میں موجود لوگوں کی بچتوں سے دس گنا زیادہ قرضہ دے کر خوب لوٹتا ہے۔ پھر یہ سودی نظام مختلف سہولتوں کی آڑ میں انسان کو بنکوں کے ذریعے DEAL کرنے، کارڈ استعمال کرنے اور CREDIT CARDS کے ذریعے جیب میں رقم نہ ہونے پر بھی بے دریغ سودی پیسہ کو خرچ کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ اور سودی نظام کی ادائیگیوں کی بنیاد پر قسطوں پر گھریلو استعمال کی اشیاء خرید کر گھر میں پُر تعیش طرز زندگی پر لگا دیتا ہے پھر انسان کو قرض کی قسطیں ادا کرنے اور سہولیات کے چھن جانے کے خوف کے تحت نامساعد حالات میں بھی کام کرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ اس نظام کے تحت آرام کی زندگی کوئی اور گزارتا ہے عوام کی اکثریّت مشین کی طرح دن رات کام کرنے پر مجبور ہے۔

☆ ملٹی نیشنل کمپنیاں ایک ایسا جال ہے جو خوش قسمت کمپنیاں کہلاتی ہیں کہ انہیں کبھی نقصان نہیں ہوتا۔ ان کے مہنگے PRODUCTS خرید کر انسان ان ملٹی نیشنلز کے بے رحم مالکان کے 'رحم و کرم' پر زندگی گزارتا ہے۔ آج کا انسان چاہے دنیا کے کسی قابل ذکر ملک میں ہو دنیا کی چند ملٹی نیشنلز کی 'صارفین' کی کھیپ کا ایک صارف ہے۔ اور انسان کسی ایک پراڈکٹ کی بجائے چاہے دوسرا پراڈکٹ خریدے، انسان ان چند (زیادہ سے زیادہ دس) کمپنیوں کے اندر ہی رہتا ہے۔ مثلاً

آپ SOFT DRINK کوئی سا پئیں، صاف پانی (DISRILLED WATER) کسی برانڈ کا پئیں وہ سب انہی ملٹی نیشنلز میں سے کسی کی ملکیت ہوگا۔منافع انہیں کمپنیوں کو جارہا ہے۔

☆ اسی سودی معیشت کے ذریعے عالمی اقتصادیات پر قبضے کے جاری اس پروگرام کا یہ ثمرہ ہے کہ آج انسان کی ضروریاتِ زندگی اور سہولتوں کے لئے سینکڑوں پراڈکٹس ہیں پاؤں کے ناخن سے لے کر سر کے بالوں تک (مرد ہو یا عورت) کے لئے سینکڑوں اشیائے ضروریہ بنا دی گئی ہیں اور وہ ان ملٹی نیشنلز کی ملکیت ہیں۔انسان بناؤ سنگھار کے لالچ میں ان ملٹی نیشنلز کا مستقل گاہک ہے۔بلیڈ خریدیں یا بالوں کو رنگ کرنے کے لئے ہیر کلر، سافٹ ڈرنک پئیں یا فاسٹ فوڈ خریدیں، نہانے کیلئے شیمپو خریدیں یا ریڈی میڈ گارمنٹس، تفریحی پروگراموں میں کمپیوٹر استعمال کریں یا آئی فون، بی بی سی پر خبریں دیکھیں یا فیس بک پر دوستی کریں، ہر معاملے میں انسان اپنی کمائی کا بیشتر حصہ تعیّشاتی سامان اور زیب و زینت کی اشیاء کے نام پر ان ملٹی نیشنلز کو منتقل کرتا رہتا ہے۔ان بنکرز نے انسانی معاشروں کو 'صارفین' کا معاشرہ یعنی CONSUMER SOCIETY بنا دیا ہے اور انسان کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھا کر یہ کمپنیاں انسانوں کو دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہی ہے۔

☆ سودی نظام دراصل سرمایہ دارانہ نظام ہے اور استحصالی نظام ہے اس کے ذریعے تمام سرمایہ تجارت اور کاروبار کے ذریعے کام نہیں کرتا بلکہ ایک طبقہ کام کرتا ہے اور دوسرا (قلیل تعداد میں سرمایہ دار) طبقہ اس منافع کو اپنے سرمایہ کی بنیاد پر رکھا جاتا ہے لہٰذا کسان، مزدور، محنت کش اور دستکار کو اس کا اتنا معاوضہ کبھی نہیں ملتا کہ وہ اپنا اور اپنے زیر کفالت افراد کا پیٹ پال سکے۔

☆ بنک کا سود جب خود ختم ہوگا تو یہ استحصالی سرمایہ دارانہ نظام ختم ہوگا اور عوام کو سکھ اور چین کا سانس لینا نصیب ہوگا۔اس سود کی لعنت کو ختم کرنے کے لئے آسمانی وحی اور مذہب کی دنیا میں ہدایات موجود ہیں۔مگر عیسائیت اور یہودیت کے ماننے والے اس سرمایہ دار نظام کو چلانے والے بن گئے ہیں۔پوری دنیا میں اسلام ایک ایسا مذہب اور 'مسلمان' ایسا گروہ ہیں جو اس سود کی لعنت کے خلاف آواز اٹھا رہے ہیں اور ان کی کتاب اور ان کے رسول ﷺ کے فرامین اس سود کی برائی اور قباحتوں کا پردہ چاک کرتے نظر آتے ہیں باقی تمام عالم انسانیت میں خاموشی ہی خاموشی ہے۔

☆ چند سال قبل تک بنکوں کا سود 12 فیصد تا 19% تھا۔گویا ایک آدمی اگر ایک کروڑ

روپیہ بنک میں فکس ڈیپازٹ رکھ دے تو اسے ایک لاکھ روپے ماہانہ آمدنی بغیر کسی محنت اور RISK کے مل سکتی ہے اگر 10 کروڑ رکھوادے تو دس لاکھ روپے ماہانہ مل سکتے ہیں۔ یہ رقم عام بنکوں میں ہمارے DEPOSIT کے بالمقابل بنک قرض جاری کر کے وصول کر کے اس میں سے دیتے ہیں۔ جبکہ سرکاری ادارہ نیشنل سیونگز میں کرپشن کا سارا پیسہ گمنام کھاتوں میں جمع ہے اور اس پر سود کی ادائیگی قومی سطح پر ہمارے ٹیکسوں سے کی جاتی ہے یہ رقم 600 ارب سالانہ سے زیادہ ہے۔ گویا کرپشن کے پیسے پہلے ہی انسانیت پر ظلم ہے پھر یہ طبقہ اس پیسے کے ذریعے اور DEFENCE SAVING CERTIFICATES کے ذریعے قومی آمدنی کا ایک بڑا حصہ مزید کھا جاتا ہے جو عوام کو لوٹنے کے مترادف ہے۔

☆ دنیا میں جہاں حرام کام ہوتے ہیں ان جگہوں کے معاشروں میں بُرے نام ہیں جبکہ سود حرام ہونے کے باوجود سودی کاروبار کے مراکز بنک عزت کے مقام ہیں اور لوگ خوشی خوشی بنکوں کی ملازمت کرتے ہیں حالانکہ بدکاری کے اڈے اور حرام کاری کے مراکز کی طرح بنکوں کی شاندار عمارات حرام کاری کے اڈے اور اخلاقی اور معاشی سطح پر اقتصادی BROTHELS ہیں، جنسی بدکاری کے لیے NIGHT CLUBS ہوتے ہیں جبکہ بنکوں میں یہ سودی حرام کاری دن رات جاری رہتی ہے اور اس حرام کاری میں بعض نمازی اور پرہیزگار لوگ بھی ملوث رہتے ہیں اور حرام کاری کے ان مقامات میں مساجد بھی ہیں اور نمازیں بھی ادا ہوتی ہیں۔ یَااَسَفا! (ہائے افسوس)

☆ سودی نظام کا متبادل نظام ممکن ہے کمیونسٹ ممالک میں طویل عرصے بنکوں کے بغیر اقتصادی نظام چلا۔ مزید برآں 'جہاں چاہ وہاں راہ'

(WHERE THERE IS A WILL, THERE IS A WAY)

کے مطابق نیت صاف ہو تو راستے کھل سکتے ہیں اور یہ عالمی سطح پر اقتصادی استحصالی نظام کو ختم کیا جا سکتا ہے جس سے عالمی سطح پر بھی اور بالخصوص پاکستان میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف سے دستبردار ہونے سے اس (سبحانہ وتعالیٰ) کی رحمتیں ہمارے شامل حال ہوں گی تو یقیناً خوشحالی اور آسودگی کا دور دورہ ہوگا۔

☆ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے حکمرانوں کو بھی راہ راست دکھائے اور عوام، عوامی نمائندوں اور علمائے کرام کو بھی ہمت دے کہ وہ اس سلسلے میں عوامی شعور پیدا کریں اور ایک اجتماعی قوت ارادی کے ذریعے حکمرانوں کو مجبور کر دیں کہ وہ اس استحصالی عالمی مغربی نظام سے نکل کر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سائے میں آ جائیں اور پاکستان کے مقصد وجود کی طرف پیش قومی کریں۔ جس کا تذکرہ بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے سٹیٹ بنک آف پاکستان کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا تھا (اقتباس ٹائٹل کے اندرونی صفحہ پر)۔

سوچنے کی بات

اکبر حیات

____ ایک عظیم مصلح عمر کے آخری حصہ میں پہنچا تو اس نے اپنے مصاحبوں کو بتایا کہ ''جب میں نوجوان تھا تو میں نے ارادہ کیا کہ تمام دنیا کے انسانوں کی اصلاح کروں گا، جب عمر کے سفر میں قدرے آگے بڑھا تو سوچا دنیا کے انسانوں کی اصلاح تو میرے بس کی بات نہیں لگتی اگر اپنے ملک کے باشندوں کی اصلاح کر لوں تو بہت ہے۔ اڈھیر عمر کو پہنچا تو سوچا سارے ملک کے لوگوں کی کہاں اصلاح کرتا پھروں گا اپنے شہر کے لوگوں کی اصلاح کرنے کی کوشش ہی کافی ہے۔ جب ادھیڑ عمر سے بڑھاپے میں قدم رکھا تو یہ فیصلہ کیا کہ میں صرف اپنے محلے کے لوگوں کی اصلاح پر ہی توجہ دوں گا۔ جب بڑھاپے کی عمر کو پہنچا تو یہ سوچا کہ محلّہ کے لوگوں کی اصلاح کی بجائے اپنے گھر کے افراد کی اصلاح کر لوں تو بہت ہے۔ اب جبکہ میں سمجھتا ہوں کہ میں اپنی عمر کے آخری حصہ میں ہوں میں سوچتا ہوں کہ کاش اپنی ہی اصلاح کر لیتا۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہمیں اور ہمارے مصلحین کو معاشرتی اصلاح کی کوشش کہاں سے شروع کرنی چاہیے۔ (ماہنامہ فیض الاسلام راولپنڈی نومبر 2015ء)

اللہ اور اُس کے رسول ﷺ سے جنگ

تحریر : حافظ عاکف سعید

(امیر تنظیم اسلامی)

مسلم شریف کی ایک حدیث کے مطابق حضرت ابوسعید الخدری h سے روایت ہے کہ انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''جو شخص بھی تم میں سے کوئی منکر (برائی) دیکھے تو اسے چاہیے کہ اسے اپنے ہاتھ سے بدل دے اگر اس کی قوت واستطاعت نہ رکھتا ہو تو زبان سے روکے اور اگر اس کی ہمت واستطاعت بھی نہ رکھتا ہو تو دل میں اسے برا سمجھے (یعنی اس برائی سے بیزاری اور نفرت رکھے)۔ اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے''۔ معلوم ہوا کہ اسلامی معاشرے میں منکرات اور برائیوں سے روکنا اور منع کرنا اہل ایمان کی بنیادی ذمہ داریوں میں سے ہے۔ ہمارا دین ایسے کسی تصور کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا کہ جو کوئی برائی کرتا ہے کرتا رہے' اللہ خود اس سے پوچھے گا! چنانچہ جہاں آپ کو اختیار اور طاقت حاصل ہو اور آپ روک سکتے ہوں تو اپنی اتھارٹی کے بل پر منکرات کو روکنا دینی فریضہ ہے۔ مثلاً گھر کے سربراہ کو گھر کے اندر یعنی اپنے دائرۂ اختیار میں اگر کوئی منکر یا خلافِ شریعت کام نظر آئے تو یہ اس کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ منکرات کے خلاف اپنی اتھارٹی کو استعمال کرے۔ کسی سکول یا کالج کے سربراہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے ادارے کے اندر کسی بھی غلط کام کو روکے اور اپنے اختیار کو بروئے کار لائے۔ اسی طرح حکومت کو از خود یہ طاقت حاصل ہوتی ہے اور اربابِ اختیار کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ان تمام برائیوں کا قلع قمع کرے جو اس ملک میں پھیل رہی ہوں۔ کسی نظریاتی ملک اور بالخصوص اسلامی

ریاست میں تو یہ کام اہم تر ہو جاتا ہے کہ حکمران اور اصحابِ اقتدار معاشرتی برائیوں اور منکرات پر کڑی نظر رکھیں اور ان کے فروغ کو ہر ممکن ذریعے سے روکنے کی کوشش کریں۔ اور آخری حربے کے طور پر طاقت کے استعمال سے بھی دریغ نہ کریں۔

اسی حدیث مبارکہ کے اگلے الفاظ بھی لائق توجہ ہیں۔ یعنی ''پھر اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو اپنی زبان سے اس منکر کو بدلنے کی کوشش کرے۔'' یعنی اگر ریاست اپنی یہ ذمہ داری پوری نہیں کرتی تو ریاست کے باشعور مسلمان، بالخصوص علماء کرام اور رجالِ دین کی ذمہ داری ہے کہ منکرات اور برائی کے خلاف عوام کی ذہن سازی کریں اور تحریر و تقریر کے ذریعے اس کے خلاف جہاد کریں۔ مختلف معاشرتی برائیوں اور منکرات کو منکر قرار دیتے ہوئے ریاستی اداروں اور حکومتی اہلکاروں کو ان منکرات کے سدباب کی طرف متوجہ کریں اور حتی الوسع اپنی یہ کوشش جاری رکھیں' خواہ اس راستے میں کتنی ہی مشکلات حائل ہوں۔ پھر اگر ایسی صورت حال ہو کہ زبانوں پر تالے ڈال دیے گئے ہوں' جابر و ظالم لوگ حکمرانی کے تخت پر متمکن ہوں' اللہ تعالیٰ کے احکام کو پامال کر رہے ہوں اور اپنے خلاف اٹھنے والی ہر آواز کا گلا گھونٹ رہے ہوں' تو ایسے میں اس حدیث کی رُو سے ایک مسلمان پر لازم ہے کہ کم از کم اپنے دل میں اس منکر اور برائی کے خلاف شدید نفرت اور بیزاری کا جذبہ بیدار رکھے۔ فرمایا: ''اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔'' مسلم شریف ہی میں اس مضمون کی ایک اور حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود h سے مروی ہے' جس کے آخری حصے میں یہ فرمایا گیا ہے کہ اگر دل میں بھی اُس منکر کے خلاف نفرت نہ ہو تو ''پھر تو رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان موجود نہیں ہے۔'' مندرجہ بالا احادیث مبارکہ کی روشنی میں ہم اپنے معاشرے (جو حکومت اور عوام پر مشتمل ہے) کا اگر جائزہ لیں تو صاف نظر آتا ہے کہ ہم اجتماعی طور پر ہر قسم کے منکرات اور برائیوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ جھوٹ، دھوکہ دہی، خیانت، دہشت گردی' بھتہ خوری' قتل و غارت' اغواء کاری' جبر و استحصال' حقوق کا غصب' سمگلنگ' ملاوٹ' فحاشی و عریانی' ایک لمبی فہرست ہے جس میں ہمارا معاشرہ گرفتار ہے۔ انفرادی تقویٰ کی مثالیں اگرچہ موجود ہیں جن سے بدسے بدتر معاشرہ بھی کبھی خالی نہیں ہوتا' لیکن ایسی مثالیں آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہیں۔ اور یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ ہم بحیثیت مجموعی درج بالا منکرات کا شکار ہیں۔ ان میں سے

بعض منکرات کا تعلق افراد کے ذاتی عمل اور کردار سے ہے، جبکہ بعض منکرات ہمارے اجتماعی نظام کا حصہ ہیں اور وہ عوام پر جبراً مسلط کی جاتی ہیں جس کی ذمہ داری براہِ راست حکمران طبقہ پر عائد ہوتی ہے۔ موخر الذکر منکرات کا فی الفور خاتمہ کرنا ارباب اقتدار کی اہم ترین ذمہ داری ہے۔ بصورتِ دیگر وہ اللہ کے دین سے بے وفائی کے مجرم شمار ہوں گے اور دنیا میں اللہ کی رحمت اور نصرت سے یکسر محروم ہوں گے اور شدید اندیشہ ہے کہ وہ آخرت میں سخت ترین عذاب کے مستحق بنیں گے۔ جہاں تک اوّل الذکر منکرات کا تعلق ہے یعنی گناہ اور معصیت کے وہ کام جو ایک فرد اپنی ذاتی حیثیت میں کرتا ہے، اُن کے حوالے سے ریاست اسلامی کی ذمہ داری ہے کہ وہ افرادِ قوم کی مثبت ذہن سازی اور دینی تربیت کا اہتمام کرے۔

حقیقت یہ ہے کہ شرک کے گناہ کو ایک طرف رکھتے ہوئے کہ جس کا زیادہ تعلق انسان کے عقیدہ کے ساتھ ہے، ان تمام گناہوں میں جن کا تعلق انسان کے عمل سے ہے، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سب سے بڑھ کر قبیح اور قابل نفرت گناہ اور بدترین منکر سود خوری اور سودی نظام ہے، جو نہ صرف یہ کہ مختلف شکلوں میں ہمارے پورے معاشی نظام میں سرایت کیے ہوئے ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہمارا پورا نظام حکومت سودی معیشت پر استوار ہے۔ اور انتہائی افسوسناک امر یہ ہے کہ حکومت اس ہولناک منکر (برائی) کا تدارک کرنے کی بجائے اس کی سب سے بڑی محافظ بنی ہوئی ہے۔

سودی معیشت، اللہ کی نگاہ میں کس قدر مبغوض اور ناپسندیدہ ہے اس کا اندازہ سورۃ البقرہ کی اس آیت مبارکہ سے ہوتا ہے جو قرآن مجید میں سود کی حرمت کے دوٹوک اعلان کے فوراً بعد وارد ہوئی ہے: ''اے اہل ایمان! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور سود میں سے جو کچھ باقی رہ گیا ہے اس کو چھوڑ دو اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ پھر اگر تم یہ نہیں کرو گے (یعنی سودی لین دین سے باز نہیں آؤ گے) تو اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ!'' (البقرہ: ۲۷۸، ۲۷۹)۔

قارئین محترم! کیا اس آیت مبارکہ کا واضح پیغام یہ نہیں ہے کہ سودی معیشت سے باز نہ آنے والے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کھلے باغی ہیں اور اللہ کی طرف سے ایسے باغیوں کے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ کیا پاکستان اپنی پیدائش کے دن سے لے کر آج تک

لنگر لنگوٹ کس کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف حالت جنگ میں نہیں ہے؟ کیا ہم نے ملک میں سودی نظام کو برقرار رکھ کر خود اجتماعی سطح پر اللہ کی رحمت کو دھتکار نہیں دیا ہے؟ کیا یہ سیدھی بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ اللہ کی رحمت اور نصرت اس کے باغیوں پر سایہ فگن کیونکر ہوسکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ اپنے اور اپنے حبیب ﷺ سے لڑنے والوں کی مدد کیونکر کرے گا؟ کیا وہ اپنے وفاداروں اور باغیوں کو برابر کردے گا؟ کیا وہ اپنے باغیوں کو عبرت کا نشان نہیں بنائے گا!......

آیئے اب دیکھتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ سود کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا: ''سود کے گناہ کے ستر حصے ہیں، ان میں سے سب سے چھوٹا حصہ اس کے برابر ہے کہ کوئی (بد بخت) انسان اپنی ماں کے ساتھ بدکاری کرے۔'' (ابن ماجہ) غور کیجئے کیا اس سے زیادہ قبیح اور قابل نفرت گناہ کا تصور کیا جاسکتا ہے!!

اسی طرح صحیح مسلم کی ایک روایت کے مطابق ''حضرت جابر h کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے لعنت فرمائی سود لینے اور کھانے والے پر اور سود دینے اور کھلانے والے پر اور اس کے لکھنے والے پر (یعنی سودی معاہدات لکھنے والے پر) اور (سودی معاہدات پر) گواہ بننے والوں پر۔ اور آپ نے فرمایا (گناہ کی شرکت میں) یہ سب برابر ہیں۔''

یہ پاکستان کی تاریخ کا المناک ترین پہلو ہے کہ ہمارے ہاں سودی نظام پوری ڈھٹائی کے ساتھ جاری وساری ہے۔ حالانکہ بانی ومعمار پاکستان نے یکم جولائی 1948ء کو سٹیٹ بینک کا افتتاح کرتے ہوئے واضح طور پر فرمایا تھا کہ: ''میں بینک کے تحقیقی شعبے کے کام کو ذاتی طور پر باریک بینی سے دیکھوں گا کہ وہ ایسا بینکنگ نظام وضع کریں جو اسلام کے معاشرتی اور معاشی نظام زندگی سے ہم آہنگ ہو۔ مغرب کے معاشی نظام زندگی نے انسانیت کے لیے لاینحل مسائل پیدا کئے ہیں۔'' لیکن ہم نے اللہ اور رسول ﷺ کے واضح احکامات کے ساتھ ساتھ بانی پاکستان کے اس تاکیدی حکم کو بھی نظر انداز کر کے سودی معیشت کو ملک کے لیے ناگزیر قرار دے رکھا ہے۔

آج اسی سودی نظام کی وجہ سے ہم آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے غلام بن چکے ہیں اور معاشی پالیسی کے ضمن میں ان کے ہر حکم کو ماننے کے پابند ہیں۔ جس کی وجہ سے پاکستان کی آبادی کا بہت بڑا حصہ خطِ غربت سے بھی نیچے جا چکا ہے۔ بھوک افلاس، بے روزگاری اور

ضروریاتِ زندگی سے محرومی قوم کا مقدار بن چکی ہے۔ ہوشربا گرانی بے لگام ہوچکی ہے۔اس سود کی وجہ سے آج ہماری آبادی کا ہر فرد عالمی سودی اداروں کا مقروض ہے۔گزشتہ پندرہ سالوں سے یہ بیرونی قرضہ فی فرد ۳۵ ہزار روپے سے بڑھ کر اب ایک لاکھ ایک ہزار روپے فی کس تک پہنچ چکا ہے۔ ہر نیا آنے والا حکمران ان خون آشام عالمی اداروں سے مزید قرضہ حاصل کر کے قوم کو غلامی کے شکنجے میں مزید جکڑنے پر کمر بستہ ہو جاتا ہے اور ان قرضوں کا بُرا حصہ اللے تللوں میں اُڑا دیتا ہے اور اسی کو اپنی کامیابی سمجھتا ہے۔سودی قرضوں کا حصول اور مزید سود کی ادائیگی کا یہ شیطانی چکر مسلسل چل رہا ہے اور پاکستانی معیشت کی صورتِ حال انتہائی بدترین صورتِ حال سے دوچار ہے۔

تاہم اس دوران بہت سے علماءِ حق اور دینی طبقات اس لعنت کے خلاف آواز اٹھاتے اور اربابِ حکومت کو اس جانب متوجہ کرتے رہے ہیں۔لیکن وہی ڈھاک کے تین پات! کیا ہمارے اربابِ اختیار نے یہ طے کر رکھا ہے کہ وہ اللہ اور رسول ﷺ کے خلاف چھیڑی ہوئی ہے اس جنگ سے تائب ہونے کی بجائے اللہ اور رسول ﷺ کے خلاف جاری اس جنگ کی شدت کو مزید بھڑکا کر خود کو دنیا و آخرت میں بدترین عذاب کا مستحق اور پاکستان کے مستقبل کو انتہائی تاریک بنا کر دم لیں گے۔اللہ ہمیں اس انجامِ بد سے بچائے۔

ع حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں!

مشرقی پاکستان بنگلہ دیش کیسے بنا؟

تحریر: ڈاکٹر ممتاز عمر

16 دسمبر اسلامی تاریخ کا وہ المناک اور عبرتناک دن ہے کہ جب اسلامی نظریے پر بننے والی دوسری ریاست دولخت کر دی گئی۔ سقوطِ ڈھاکہ کی یادیں آج بھی ہمیں جھنجھوڑنے کے لئے کافی ہیں۔ کیا اس سانحہ سے پاکستانی قوم اور اربابِ حل وعقد نے درسِ عبرت لیا ہے؟ ہرگز نہیں۔ ہم نے اس حادثے کو تاریخ کے ان ہی واقعات کی طرح فراموش کر دیا ہے کہ جو سقوطِ بغداد، سقوطِ غرناطہ اور 1857ء میں مغلوں کے اقتدار کا سورج غروب ہونے کا باعث ہے۔ تاتاریوں کے بڑھتے ہوئے طوفان کے نتیجے میں بغداد تباہی کا شکار ہوا تو اسپین کے شمال سے اٹھنے والا نصرانی طوفان طارق اور موسیٰ کی فتوحات کو تاریخ کا حصہ بنا گیا۔ 1492ء میں غرناطہ سے ابوعبداللہ کی بے دخلی نے اسپین سے مسلمان اور اسلام کو مٹا کر رکھ دیا، 1857ء میں جنرل بخت کی زیرِ قیادت حریت پسندوں کی فتوحات نے انگریزوں کو پسپائی پر مجبور کر دیا مگر قلعۂ معلیٰ کی سازشوں نے ایک طرف تمام شہزادوں کے سرتن سے جدا کر دیے تو دوسری طرف بوڑھے بادشاہ کو جلاوطنی پر مجبور کر دیا۔

اس تاریخی حوالے میں جو پہلو نمایاں ہو کر سامنے آیا ہے وہ تینوں سپہ سالاروں کی دلیری، ہمت اور شجاعت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ بظاہر انہیں فتح مندی نصیب نہ ہوئی مگر ان کے کارہائے نمایاں تاریخ میں سنہری حروف سے مرقوم ہے۔ ابوعبداللہ کا سپہ سالار موسیٰ، خوارزم کا جلال الدین اور جنگ آزادی 1857ء کا جرنیل بخت خان وہ نام ہیں جو اپنی ہمت، شجاعت اور دلیری کی اَنمٹ تاریخ رقم کر گئے۔ مگر افسوس! پاکستان کی ارسٹھ سالہ تاریخ کے محض ابتدائی چوبیس

سالوں کے بعد غیر ذِمہ دار حکمران اوران کی زیرکمان لڑنے والے سپہ سالاروں کی کارکردگی پر جس قدر ماتم کریں کم ہوگا۔ جنرل امیر عبداللہ خان نیازی ڈھاکہ پہنچ کر جن بیانات سے اہل مغربی پاکستان، فوج اور اخباری نمائندوں کو گرمایا کرتے تھے وہ کھوکھلا نعرہ ثابت ہوئے۔ لیکن ذرا ٹھہریے! اس میں ایک حقیقت تو ضرور تھی انہوں نے بارہا یہ کہا کہ اگر ہندوستان نے حملہ کرنے کی غلطی کی تو میں آپ سب کو کلکتہ لے جاؤں گا اور جب دسمبر 1971ء میں ہندوستان نے حملہ کر ہی دیا تو وہ محض سولہ دسمبر کے بعد کلکتہ نہ صرف خود گئے بلکہ فوجی افسران بھی ان کے ہمراہ تھے، فاتح کی حیثیت سے نہیں بلکہ جنگی قیدی کے طور پر۔ یہ ہمارے وہ سپہ سالار تھے کہ جو اپنے اوپر ٹینک گزر جانے کے بعد ڈھاکہ میں ہندوستانی فوجیوں کے داخلے کا پر زور نعرہ لگاتے رہے مگر غیر منقسم ہندوستان کے اپنے ایک ساتھی کمیشنڈ آفیسر جنرل اروڑا کے سامنے ہتھیار ڈالنے میں کسی قسم کی شرم اور پچھتاوے سے عاری نظر آئے۔

آیئے ذرا تاریخ کی ورق گردانی کریں۔ تقسیم برصغیر کے نتیجے میں پاکستان کا آزاد علاقہ دو حصوں میں مشتمل ہونے کی بنا پر ایک ہزار میل کے فاصلے پر تھا۔ بحری راستہ دشوار گزار اور بھارتی رحم و کرم پر تھا۔ تقسیم برصغیر کے موقع پر برطانوی حکومت نے خشکی کے محفوظ راستے کے ذریعے دونوں علاقوں کے ملانے کا مطالبہ یکسر ردّ کر دیا تھا، مسلمانوں نے آزاد وطن کا جو خواب دیکھا تھا اور جس کے لئے ایثار و قربانی کا جذبہ ان میں پھوٹا پڑ رہا تھا، تقسیم برصغیر کے بعد آہستہ آہستہ وہ جوش و جذبہ سرد پڑنے لگا۔ اس موقع پر دونوں حصوں کو یکجا رکھنے کے لئے گہری فراست، تحمل اور سیاسی رواداری کی ضرورت تھی اس کے لئے ایسے آئین کی منظوری جو قومی اتحاد اور یگانگت کی علامت ہو، اشد ضروری تھی مگر اہل اقتدار نے جمہوری اور سیاسی روایات کے تحت نظم حکومت چلانے کے خطرہ سمجھتے ہوئے اس راہ میں رکاوٹیں ڈالیں جس کے نتیجے میں غیر منصفانہ اقدامات بنگالیوں کی طرف سے مرکزی حکومت پر شک کو ہوا دینے کا باعث بنے حالانکہ بنگالیوں نے مؤاخات کی طرز پر بہاریوں کو اپنایا۔ اس سلسلے میں جو بات کھل کر سامنے آئی وہ طبقاتی فرق تھا۔ دوسری دستور ساز اسمبلی کے مغربی پاکستان کے چالیس اراکین میں سے اٹھائیس جاگیردار تھے تو اس کے برعکس مشرقی پاکستان کی نمائندگی کرنے والے بیس وکلاء اور نو ریٹائرڈ سرکاری

ملازمین تھے۔ یہ طبقاتی فرق دستور سازی کے امور میں ان کی سوچ کو متضاد بناتا تھا یوں یہ ایک دوسرے کے ساتھ مفاہمت کی راہوں پر نہ چل پائے۔ مشرقی صوبے کے عوام ہندوؤں کے خوف اور اسلام کے تصورِ عدل و مساوات کی بناء پر تحریک آزادی میں شامل ہوئے تھے مگر قیامِ پاکستان کے بعد اسلامی اقدار و روایات تو ایک طرف مروّجہ سیاسی و جمہوری اقدار کا پاس بھی نہ رکھا جاسکا۔ پھر بنگالیوں کو مغربی پاکستان کے بھائیوں کی طرف سے ایثار و قربانی کے جس جذبے کی توقع تھی وہ محض ان کی خام خیالی ثابت ہوا۔ غربت بنگالیوں کے لئے المیہ تھی تو وہاں کے معاشی و تعلیمی نظام پر ہندوؤں کا قبضہ تھا۔ دیہی علاقوں میں خصوصاً اور شہری علاقوں میں عموماً ہندوؤں کا اجارا داری تھی۔ یہاں کے بارہ سو نوے ہائی اسکول اور سینتالیس کالجوں کے پچانوے فیصد پر ہندوؤں کا کنٹرول تھا۔ ہندو اساتذہ اس کا فائدہ اٹھا کر بنگالی نوجوانوں کو مغربی پاکستان کے خلاف بھڑکانے میں اہم کردار کے حامل تھے۔ طلباء کو ایسی کتب پڑھائی جاتی تھیں جو نظریۂ پاکستان کے خلاف ہوتیں، تعلیمی اداروں میں قائداعظم کی تصویر و تصورات کے بجائے گاندھی اور نہرو کی تصاویر آویزاں اور تصورات اجاگر کیے جاتے۔ عوامی لیگ محض صوبائی خودمختاری کی حامی اور بنگال بنگالیوں کا ہے، کی علمبردار بنی رہی۔

تقسیم برصغیر کے فوراً بعد ہی مشرقی پاکستان کی طرف سے بنگالی کو قومی زبان بنانے کا مطالبہ سامنے آیا جس کے پیچھے اکثریت کا پہلو کارفرما تھا۔ اس مطالبے کو خاصی پس و پیش کے بعد اس طرح منظور کیا گیا کہ بنگالیوں کو دو نوجوان طلباء کی شہادت پیش کرنا پڑی۔ یوں ان طلباء کی شہادت کی یاد میں ''شہید مینار'' اس زخم کو ظاہر کرنے اور تازہ رکھنے کے لئے تعمیر کیا گیا ہے۔ 1958ء میں ملک میں مارشل لاء کی آمد اور حکومت کی تبدیلی کے ساتھ مشرقی پاکستان میں ایک پولیس آفیسر کو گورنر بنایا گیا جس نے حالات سے نمٹنے کے لئے طاقت اور خوف و ہراس کی پالیسی اختیار کرتے ہوئے بنگالیوں کے محبوب لیڈروں شیخ مجیب الرحمٰن اور تفضّل حسین کو نہ صرف گرفتار کیا بلکہ تشدد کا نشانہ بھی بنایا۔ جس کی بازگشت عوام کے اشتعال میں اضافہ کا باعث بنی تو دوسری طرف صدر ایوب خان نے بعض مثبت فیصلے بھی کیے۔ مثلاً 1962ء کے دستور کی آئینی شق کے تحت صوبائی تفاوت کو رفع کرنا حکومت کی آئینی ذمہ داری تھی۔ کچھ معاشی اصلاحات کے تحت دوسرے

پنج سالہ منصوبے میں 1961ء کے بعد نظر ثانی کے نتیجے میں منصوبے کے ترقیاتی اخراجات کا رخ مشرقی پاکستان کی طرف موڑ دیا گیا۔ تیسرے پنج سالہ منصوبے میں اسی حکمت عملی کے تحت مشرقی پاکستان کے لئے سولہ سو کروڑ اور مغربی پاکستان کے لئے چودہ سو کروڑ روپے کے ترقیاتی منصوبے ترتیب دیے گئے۔ سول سرکاری ملازمتوں میں مشرقی اور مغربی پاکستان کے لئے چالیس چالیس فیصد اور بیس فیصد میرٹ کا اصول اپنایا۔ جسے بعد میں مشرقی کے لئے ساٹھ فیصد اور مغربی کے لیے چالیس فیصد تک محدود کر دیا گیا جس کا فائدہ یہ ہوا کہ قیامِ پاکستان کے وقت سول سروس کے تیراسی افسروں میں سے ایک بنگالی کے مقابلے میں موجودہ سول سروس کا چونتیس فیصد حصہ مشرقی پاکستان کے افراد پر مشتمل تھا۔ قیامِ پاکستان کے وقت فوج میں بنگالیوں کی تعداد ایک فیصد تھی جس میں اضافے کے لئے جسمانی معیار میں رعایت دی گئی اور جس کی وجہ سے بحری اور فضائی افواج میں بنگالیوں کا تناسب خاصا بڑھ گیا۔ صنعتی ترقی کے لئے اسٹیٹ بنک کی جانب سے قرضوں کا فیاضانہ انداز اپنایا گیا تو مشینوں کی درآمدی ڈیوٹی میں رعایت دی گئی اور ٹیکسوں کی چھوٹ بھی مغربی پاکستان کے مقابلے میں زیادہ دی گئی ساتھ ہی سیمنٹ پر امدادی قیمت دینے کا فیصلہ کیا گیا۔ ان تمام اقدامات کے باوجود 1965ء کی پاک بھارت جنگ کے موقع پر عدمِ تحفظ نے مشرقی پاکستان کے عوام کو مشتعل کیا کیونکہ محض ایک ڈویژن فوج دفاعی ضرورتوں کے لئے ناکافی تھی اور بنگالیوں کا یہ موقف کہ ''اگر جنگ کے دوران مشرقی پاکستان کی حفاظت کا سہرا پاکستان فوج کے بجائے (جس پر مغربی پاکستان کو ہمیشہ ناز رہا ہے) چین کی بھارت سے اتفاقیہ دشمنی کے سر ہے تو ہمیں پاکستان کی ضرورت ہی کیا ہے؟'' درست تھا۔ معاہدہ تاشقند کے بعد مغربی پاکستان میں مظاہرے، جلسے، جلوس اور گرفتاریاں ہوئیں تو مشرقی پاکستان میں شیخ مجیب کے چھ نکات منظر عام پر آئے ان کو طوفان کا پیش خیمہ قرار دینا جائز تھا مگر بین الاقوامی پریس نے اسے جو پذیرائی بخشی وہ ایک بین الاقوامی سازش کی طرف کھلا اشارہ تھی۔ صدر ایوب نے ان چھ نکات کی مذمت کرتے ہوئے اسے علیحدگی کی تحریک قرار دیا اگرتلہ سازش کیس میں مجیب الرحمٰن اور دیگر عوامی لیگی رہنماؤں کی گرفتاری اور بھونڈے انداز میں مقدمے کی کارروائی اور ان رہنماؤں پر پولیس تشدد کے افسانوں نے عوام کو مشتعل کیا۔ 1968ء میں مولانا بھاشانی نے احتجاج، ہڑتال اور جلاؤ گھیراؤ

کی سیاست میں کود پڑنے کا اعلان کیا۔عوام اور فوج ایک دوسرے کے آمنے سامنے آ گئے،فوج اور مغربی پاکستان کے خلاف نفرت بڑھتی جا رہی تھی،خانہ جنگی کی کیفیت برپا تھی۔موقع کا فائدہ اٹھا کر بھارتی ایجنٹ ملک میں داخل ہو گئے۔انہوں نے مقامی ہندوؤں کے ساتھ مل کر باغیانہ روش کو فروغ دیتے ہوئے اکثر مظاہروں میں ''جے ہند'' اور ''اکھنڈ بھارت'' کے نعرے لگوائے۔صدر ایوب نے حالات کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے مجیب الرحمٰن اور دیگر رہنماؤں کو رہا کر دیا اور تمام سیاست دانوں کی ایک گول میز کانفرنس بلائی۔تمام محبّ وطن سیاست دانوں نے مجیب الرحمٰن کو چھ نکات پر نرم رویہ اختیار کرنے پر آمادہ کرنے کی کوشش کی جو بے سود رہی۔دوسری طرف ایوانِ اقتدار میں سازشیں اپنے عروج پر تھیں۔یحییٰ خان نے مولانا بھاشانی، ذوالفقار علی بھٹو اور مجیب الرحمٰن کو سبز باغ دکھا کر اپنے ساتھ ملا لیا اور یوں ان کی صدارت کے لئے راہیں ہموار ہو گئیں۔

1965ء میں پاک بھارت جنگ کے اثرات ملکی سیاست پر موجود تھے اور فوجی افسران کا رویہ بھی کچھ زیادہ حب الوطنی پر مبنی نہ تھا لیکن اس تمام تاریخی حقیقت کو فراموش نہیں کیا جا سکتا کہ 1965ء کی پاک بھارت جنگ نے قوم اور فوج کے حوصلوں میں تو اضافہ کیا مگر معاہدہ تاشقند کے تناظر میں ہمارے روایتی دوست امریکہ کے بلند بانگ دعوے کھوکھلے ثابت ہوئے 18 ستمبر 1966ء میں جنرل یحییٰ کی آمد نے جی ایچ کیو کے ماحول کو خاصا گرم کیا، ہر دو اعتبار سے شراب اور شباب دونوں ہی در آئے جنہیں ان کی صدارت نے مزید جلا بخشی جس کے لئے حالات اس طرح سازگار ہوئے کہ 1969ء کے فروری، مارچ میں جلاؤ گھیراؤ نے اقتدار کے ایوانوں تک کو گرما دیا، مجبوراً ایوب خان ایک الوداعی تقریر کر کے رخصت ہوئے اور اپنی ذمہ داریاں اپنے ہی نامزد جنرل آغا محمد یحییٰ خان کے سپرد کر گئے۔انہوں نے شراب پی کر اسلامی جمہوریہ پاکستان کے باشندوں کے نام اپنی تقریر نشر کروائی یوں شراب سے شرابور ہو کر برستی بارش میں انہوں نے اپنی آئینی ذمہ داریاں پوری کیں۔منصب صدارت پر متمکن ہونے کے کچھ عرصے بعد انہوں نے ملک میں عام انتخابات کرانے کا اعلان کر دیا جس کے لئے طویل انتخابی مہم چلائی گئی۔

اس انتخابی مہم کے دوران مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ کا رویہ کچھ اس طرح سامنے آیا کہ وہ دوسری جماعتوں کے بارے میں یہ نقطۂ نظر رکھتی تھی کہ وہ ''دونوں صوبوں کے درمیان

یگانگت پھیلاتی ہیں یا منافرت! جنوری میں اس نے جماعت اسلامی کے جلسے کو مبینہ طور پر اس لیے درہم برہم کیا تھا کہ یہ دونوں صوبوں کے درمیان اسلامی رشتے پر زور دیتی تھی۔ اس ابتدائی واقعہ سے عوامی لیگ نے جماعت پر ایسی کاٹھی ڈالی کہ آئندہ انتخابی مہم کے دوران بھی اس نے اپنا غلبہ قائم رکھا اور جماعت دب کر رہ گئی۔ اس کے علاوہ عوامی لیگ نے پاکستان ڈیموکریٹک پارٹی (پی ڈی پی) کے جلسوں میں یکم فروری، 28 فروری اور 7 مارچ کو بالترتیب ڈھاکہ، چٹا گانگ اور سید پور میں گڑبڑ کی اور 10 مارچ، 15 مارچ اور 12 اپریل کو کومیلا، باریسال اور ڈھاکہ میں کنونشن مسلم لیگ کے جلسوں کو ناکام بنایا۔ اسی طرح کئی اور مقامات پر اس نے اپنے سیاسی حریفوں کے قدم جمنے نہ دیے"۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے وہاں موجود فوجی اور سیاسی قیادت اس شش و پنج سے دوچار ہوئی کہ کہیں مجیب کے چھ نکات انتخابی نتائج پر اس طرح اثر انداز نہ ہوں کہ دوسروں کا مکمل صفایا ہو جائے۔ یہ مسئلہ ایک ایسی اعلیٰ سطحی کانفرنس میں بھی اٹھایا گیا جس کی صدارت صدر یحییٰ نے کی۔ اس موقع پر گورنر وائس ایڈمرل ایس ایم احسن نے مارشل لاء کے ریگولیشن 16 کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مجیب کے چھ نکات کے پرچار پر خدشات کا اظہار کیا تو انہیں یہ کہہ کر خاموش کرا دیا گیا "آپ فکر نہ کریں"۔ یہ مسئلہ بڑھتے بڑھتے 4 جون 1970ء تک اس نزاعی بیان تک پہنچا کہ جب مجیب نے کہا: "میری پارٹی آئندہ انتخابات کو چھ نکات پر ریفرنڈم سمجھتی ہے۔" یہ ایک خطرناک اعلان تھا جس کا نورالامین صاحب نے فوراً نوٹس لیا اور کہا: "اگر آئندہ انتخابات کو چھ نکاتی پروگرام پر ریفرنڈم تسلیم کر لیا گیا اور مغربی پاکستان نے اس کی حمایت نہ کی تو دونوں صوبے الگ ہو جائیں گے۔"

عوامی اکثریت خوف و ہراس سے دوچار تھی۔ 7 دسمبر سے قبل کسی کو یقین نہ تھا کہ انتخابات مقررہ وقت پر ہوں گے؟ مگر پھر بھی عوامی لیگ کی تیاری پوری تھی اس لیے حالت یہ ہوئی کہ پولنگ اسٹیشنوں پر ان کے غنڈوں نے دبدبہ جما رکھا تھا، پولنگ اور پریذائیڈنگ آفسران کے سامنے دم مارنے کی مجال نہ رکھتے تھے، مخالف سیاسی جماعتوں کے ایجنٹ اگر شکایت زبان پر لاتے تو کوئی سنوائی نہ ہوتی۔ یہاں تک کہ فوجی افسران کے پاس بوگس ووٹنگ اور کم عمر ووٹرز کی جانب سے شکایت کی گئی تو وہ بولے: "یہ پریذائیڈنگ آفیسر سے متعلق معاملہ ہے ہاں! اگر خون

خرابہ ہوتو ہم مداخلت کر سکتے ہیں۔

یوں 313 رکنی اسمبلی کی تیرہ خواتین مخصوص نشستوں کے علاوہ تین سو رکنی ایوان میں کوئی ایسی سیاسی جماعت منظر عام پر نہ آئی جو مشرقی اور مغربی پاکستان میں یکساں مقبولیت رکھتی ہو۔ انتخابی نتائج کے مطابق عوامی لیگ نے فتح حاصل کی مگر اس کے چھ نکات اور چار ماہ میں آئین کی تیاری کے وعدے ایک دوسرے کے لئے رکاوٹ بنے۔ یہی نہیں مغربی پاکستان میں کامیاب ہونے والی پیپلز پارٹی کے رہنما ذوالفقار علی بھٹو پارلیمنٹ کے اجلاس کی راہ میں رکاوٹ بن گئے۔ یوں سادہ اکثریت حاصل کرنے والی عوامی لیگ اور مشرقی پاکستان کے عوام مغربی پاکستان کی پالیسیوں سے مزید متنفر ہونے لگے۔

صدر یحییٰ کا دور اقتدار بھی کیا خوب تھا اصل حکمرانی ان کے پرنسپل اسٹاف آفیسر لیفٹیننٹ جنرل ایس جی ایم ایم پیرزادہ کی تھی جو سرکاری فائلوں سے نمٹتے اور امور مملکت کو نمٹاتے تھے۔ اتنی احتیاط ضرور برتتے کہ اہم قومی امور پر صدر صاحب سے فیصلے لے لیا کرتے تھے۔ صدر مملکت کی معاملات سے یہ بے خبری اس حد تک تھی کہ 1971ء آتے آتے حالات اس قدر خراب ہوئے کہ ملک بدنظمی کا شکار ہو گیا۔ انہوں نے جنرل پیرزادہ سے پوچھا: مسئلہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ذوالفقار علی بھٹو اور شیخ مجیب الرحمٰن وزیر اعظم بننا چاہتے ہیں۔ کہنے لگے: بنا دو یہ کیا مسئلہ ہے؟

مشرقی پاکستان میں خانہ جنگی کے ان حالات میں غربت کا یہ عالم تھا کہ صدیق سالک نے سلیوٹ میں لکھا ہے کہ ''جنوری 1970ء میں جب میں وہاں تعینات ہو کر گیا تو پندرہ خواتین گھر میں کام کرنے کے خواہشمند تھیں میری بیوی نے تین کو ملازم رکھا۔ میں نے اسراف جانتے ہوئے باز پرس کی تو کہنے لگیں: راولپنڈی میں جتنی تنخواہ ایک کو دیتی تھی اتنی پر یہ تینوں بخوشی رضامند ہیں۔'' یہی نہیں وہ اسی تصنیف میں رقم طراز ہیں کہ ''بنگالی بڑے محبت کرنے والے لوگ تھے، وہ محبت کے پیاسے تھے اگر ان کی محبت کا جواب محبت سے دیا جاتا تو وہ بچھ جاتے تھے اور اگر ان سے رعونت اور بالادستی کا مظاہرہ کیا جائے تو وہ بچھو بن جاتے تھے۔ چھاؤنی کے اندر بنگالیوں کے خلاف خاصا تعصب پایا جاتا تھا جو ممکن ہے بنگالیوں کے دل میں پائے جانے والے تعصب کا عکس ہو لیکن دو طرفہ تعصب کو دور کرنے کی ذمہ داری بھی مغربی پاکستانیوں پر تھی کیونکہ وہی

بالادست اور غالب حالت میں تھے۔ بعض وفاقی پالیسیاں بھی ناقابل فہم تھیں۔ بنگالی تاجر اور صنعت کار اکثر گلہ کرتے تھے کہ ''سالک صاحب! یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ہم چٹا گانگ میں ربڑ انڈسٹری لگانے کے لئے جاپان سے مال خریدتے ہیں تو بحری جہاز ہماری بغل سے گزر کر کراچی جاتا ہے جہاں چیکنگ اور ڈیوٹی وغیرہ ادا کرنے کے بعد واپس چٹا گانگ بھیجا جاتا ہے اسی طرح ہم بنگال میں فوج کے لئے جوٹ (JUTE) کے رسے اور کیموفلاج نیٹ تیار کرتے ہیں ان کی ضرورت یہاں فوج کو ہے لیکن حکم ملتا ہے کہ پہلے مغربی پاکستان کو بھیجو، چیکنگ کراؤ اور پھر واپس شپمنٹ کا انتظام کرو یوں لگتا ہے کہ جب تک مغربی پاکستان کے مقدس ہاتھ اسے چھو نہ لیں وہ بنگالیوں کے لئے لائق استعمال نہیں ہوسکتی۔ ویسے ان کی یہ بات مجھے بھی درست معلوم ہوئی کیونکہ بنگالی فوٹو گرافر کو ڈھاکہ سے باہر بھیجنے کے لئے راولپنڈی سے اجازت لینا لازمی تھی۔''

سیاسی بے چینی کا یہ حال تھا کہ مظاہرے، جلاؤ گھیراؤ اور اس کے سدباب کے لیے کرفیو اور فوجی عدالتوں کے اقدامات منظر عام پر آئے لیفٹیننٹ جنرل یعقوب خان نے ان اخباری سرخیوں پر بروقت توجہ دی اور انہوں نے فوج کی محض خانہ جنگی اور کرفیوں کی پابندی کی خبروں کے بجائے پیشہ ورانہ صلاحیتوں کی خبریں لگوانے پر بھی توجہ دی ساتھ ہی مقامی اخبارات کے مدیروں سے مہینے میں ایک مرتبہ تفصیلی ملاقات کرتے، سیاسی اور معاشی حالات پر سیر حاصل گفتگو کرتے جو آئندہ کئی دن تک خبروں، اداریوں اور مضامین کی صورت میں اخبارات کی زینت بنتیں، جس نے تشنج کی کیفیت کو خاصی حد تک تبدیل کیا مگر ارباب حل وعقد اس کیفیت کو پسند نہ کرتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ 28 فروری 1971ء کو قومی اسمبلی کے اجلاس منعقدہ یکم مارچ 1971ء کو منسوخ کر دیا گیا اس موقع پر یہ محسوس ہوا کہ بنگالیوں کو اقتدار سے محروم رکھنے کی سازش کھل کر سامنے آرہی ہے شیخ مجیب الرحمٰن نے دانشمندی اور مصالحانہ انداز کے تحت گورنر ہاؤس ڈھاکہ جاکر گورنر وائس ایڈمرل ایس ایم احسن، لیفٹیننٹ جنرل یعقوب اور میجر جنرل راؤ فرمان علی سے ملاقات کی اور کہا کہ مجھے اجلاس کی نئی تاریخ دے دو بصورت دیگر میں بنگالیوں کے غم و غصے کو نہیں روک سکوں گا۔

افراتفری، احتجاج اور جلاؤ گھیراؤ اس تیزی سے بھڑکا کہ صاحبزادہ یعقوب خان نے استعفیٰ دے دیا۔ 7 مارچ 1971ء کو جنرل ٹکا خان ڈھاکہ پہنچے تو حالات اتنے ابتر تھے کہ کوئی جج ان

سے حلف لینے تک کو تیار نہ تھا۔ اسی عرصے میں جنرل یحییٰ اور ذوالفقار علی بھٹو اپنے رفقاء کے ہمراہ گتھی کو سلجھانے آئے مگر معاملات الجھتے چلے گئے۔ 23 مارچ آتے آتے حالات اتنے ابتر ہوئے کہ مشرقی پاکستان کے تمام سرکاری دفاتر پر بنگلہ دیشی پرچم لہرایا گیا اور پاکستان کے پرچم کی بے حرمتی کی گئی، برطانوی اور روسی قونصل خانوں پر بھی بنگلہ دیشی پرچم لہرانے سے بین الاقوامی سازش منظر عام پر آ گئی۔ 25 مارچ کی رات وہ تاریخ ساز فیصلہ ہوا جو مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش بنانے کے تابوت میں آخری کیل ٹھونکنے کے مترادف ثابت ہوا۔ جنرل ٹکا خان نے سخت فوجی ایکشن شروع کیا، ڈھاکہ یونیورسٹی سے آگ کے شعلے بلند ہوئے ادھر مارشل لاء ہیڈ کوارٹر سے مزید طاقت استعمال کرنے کے احکامات جاری ہوتے رہے۔ مجیب الرحمٰن اور دیگر عوامی لیگی رہنماؤں کو گرفتار کر کے عوامی لیگ کو خلافِ قانون قرار دے دیا گیا جنرل ٹکا خان نے فوجی انداز میں معاملات کو حل کرنے کے لئے عام شہریوں کے قتل عام سے بھی دریغ نہ کیا، کرنل عثمانی اس فوجی مداخلت کے لئے مقابلے کے لئے تیار تھے ادھر ہندوستان سے اسلحہ ٹرینوں کے ذریعے آتا رہا۔ مکتی باہنی اور ایسٹ بنگال رائفلز مقابلے پر اتر آئیں، پاکستان فوج کے ساتھ بھی ''الشمّس'' اور ''البدر'' کے نوجوان جام شہادت نوش کر رہے تھے، سیاسی فیصلوں کے بجائے جنگی حکمت عملی اختیار کی گئی۔

آخری ہتھیار کے طور پر ڈاکٹر اے ایم مالک کو گورنر اور امیر عبداللہ خان نیازی کو مشرقی کمان کا جنرل مقرر کیا گیا۔ حالات ابتری کی حدیں پار کر چکے تھے۔ 22 نومبر کو ہندوستان نے باقاعدہ حملے کا اعلان کر دیا حالانکہ اس کی فوجیں پہلے ہی مشرقی پاکستان میں داخل ہو چکی تھیں۔ گورنر ڈاکٹر مالک نے اسلام آباد آ کر حالات سے آگاہ کیا مدد چاہی مگر ناامید ہو کر ڈھاکہ لوٹ گئے، جنرل نیازی اور ڈاکٹر مالک سیاسی اور فوجی صورت حال سے آگاہ کرتے رہے مگر اسلام آباد کے ایوانوں سے دعائیں دی جاتی رہیں۔ جب ڈھاکہ میں گورنر ہاؤس تباہ ہو گیا تو ڈاکٹر مالک نے اپنی کابینہ کے ساتھ ہلال احمر سے پناہ حاصل کی۔ ہندوستان فوجیں ڈھاکہ کے نواح تک آ پہنچیں۔ جنرل نیازی نے امریکی قونصل جنرل اور دیگر عالمی اداروں کے تعاون سے بے گناہ غیر بنگالیوں اور محصور افواج کو بچانے کے لئے 16 دسمبر کو جنرل اروڑہ کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔

اگر ہم سقوطِ ڈھاکہ پر غور کریں تو یہ ایک طرف فوجی شکست اور سیاسی عمل کی ناکامی تھی

تو دوسری طرف قومی سطح پر بااثر سیاسی قوتوں کی خواہش اور بین الاقوامی سیاسی بازیگروں کی سازش، جس کا ایک پہلو عالمی طور پر یہودیوں کا اس سازش میں شریک ہونا جو پاکستان کو عربوں کی حمایت کی سزا دینے پر تلے ہوئے تھے دوسری طرف روس جس طرح یکا یک کھل کر بھارت کی مدد کے لئے میدان میں آ گیا اس کے مقابل پاکستان کے بہی خواہ چین اور امریکہ کی طاقتیں اس جارحیت کو عالمی جنگ کا خطرہ مول لیے بغیر نہ روک سکتی تھیں اور اس کے لئے وہ تیار نہ تھیں۔ المیہ مشرقی پاکستان تہذیبی، لسانی اور جغرافیائی فرق کا ایک اظہار تھا تو معاشی استحصال، عدم مساوات اور سماجی سطح پر اختیار کردہ غیر معقول رویوں کا ردعمل بھی اور درحقیقت یہ اس منظّم شاطرانہ ذہنیت، بددیانتی اور اقتدار پر تسلط کی حریصانہ خواہشوں کا منطقی انجام تھا جو مغربی پاکستان سے تعلق رکھنے والے ہوسِ اقتدار کے پجاریوں نے تقریباً پچیس برس تک برقرار رکھیں۔ یہ محض تصویر کا ایک رخ ہے اس وقت مصائب کے دور میں ایسے بنگالی بھی تھے جو پاکستان کے حامی اور وہ بہاری بھی جو غیر بنگالی کہلاتے تھے فوج تو قیدی بنا کر ہندوستان لے جائی گئی مگر ان دونوں گروہوں کے ساتھ سفاکانہ وحشت و بربریت کا وہ بازار گرم کیا گیا جو تاریخ کا ایک رستا ہوا زخم ہے۔ بہاری تو آج بھی ڈھاکہ کے کیمپوں میں پاکستان سے حب الوطنی کا خمیازہ بھگت رہے ہیں رہی فوج کی بات تو شملہ معاہدے کی بھارت نواز شرائط کے تحت رہائی عمل میں آئی۔

اگر ان بنگالیوں کا حال جاننا چاہیں جو محبّ وطن پاکستان تھے اور جن کی تمام ہمدردیاں دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت کی بقاء وسالمیت کو ٹوٹنے سے بچانے کے لئے تھیں تو انہیں عوامی لیگ کی بھارت نواز حکومت نے کبھی معاف نہ کیا۔ وہ آج بھی زیرِ عتاب ہیں، عرصۂ حیات ان پر تنگ ہے، قید و بند ان کا مقدر اور سوئے دار پر جھول کر جام شہادت پانا ان کی تقدیر ٹھہرا۔ حالانکہ شملہ معاہدے کی رو سے جنگی جرائم کا باب بند کر دیا گیا تھا مگر آج بھی جب محبّ وطن پاکستان بنگالیوں پر عرصہ حیات تنگ کیا جا رہا ہے تو اس پورے معاملے کا فریق پاکستان مہر بہ لب اسے بنگلہ دیش کا اندرونی معاملہ قرار دے کر چشم پوشی کر رہا ہے۔

اُمتِ مسلمہ پنجۂ یہود میں!

یہود کی کامیاب منصوبہ بندی!

(حصہ اوّل)

عبدالرشید ارشد

مسلمان کہلوانے والی قوم، جس کا مقدر قرآن کریم کی شکل میں مکمل راہنمائی اور جس کی عملی تعبیر وتشریح کے لئے نبی آخرالزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خود صاحبِ قرآن نے چنا، مؤمنانہ بصیرت کی حامل بھی تھی اور امین بھی کہ یہی بارِ امانت اس نے قیامت تک ہر فرد تک پہنچانا تھا۔ مگر امرِ واقعہ ہے کہ مؤمنانہ بصیرت کو اگلی نسلوں تک بحفاظت لے جانے کے بجائے ہم نے مکمل 'شعور' کے ساتھ اسے تین طلاق دے کر آزاد کر دیا اور آج سینۂ دھرتی پر اربوں کی تعداد میں بسنے والے بظاہر آزاد مگر کسی نہ کسی کے غلام بن کر زندگی گزار رہے۔ ''کسی نہ کسی'' کا بھی آقا ہے اور وہ ماضی کی ''نادیدہ قوت'' اور دورِ حاضر کی ''دیدہ قوت'' یہود ہیں جو آج خشکی کا عالمی سطح پر 'اکٹوپس' ہے۔

اس حقیقت کو تسلیم کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے کہ یہود کے بڑوں نے آج سے سینکڑوں سال قبل عالمی اقتدار کے لئے جو سوچ سوچی تھی، منصوبہ بندی کی تھی اور جسے انہی کے سیانے وقت کے تقاضوں سے ہم آہنگ (UPDATE) کرتے رہے آج عالمی سطح پر مکمل طور پر کارفرما ہے۔ ہم نے جسے ''کسی نہ کسی'' کا لقب دیا ہے وہ UNO (یواین او) ہے اور اس کے ذیلی ادارے ہیں جن پر امریکہ و یورپ اور روس کی اِجارہ داری ہے اور ان ممالک کا سرپرست اعلیٰ یا حقیقی آقا یہودی ہے جو سونے کے بل بوتے پر سب کو غلام بنائے ہوئے ہے کہ آج بلا مبالغہ دنیا

کے پاس صرف ایک تہائی سونا اور بقیہ دو تہائی یہود کے قبضہ میں ہے۔

آج عالمی سطح کا معتبر ترین ادارہ UNO ہے اور بظاہر 'خود مختار عالمی ادارہ' ہے مگر اس کی 'مسلّمہ حیثیت' ہر صاحب بصیرت کے سامنے ہے کہ مسئلہ کشمیر و فلسطین ہو تو برسوں حل نہ ہو اور مسئلہ مشرقی تمیور یا جنوبی سوڈان کے مسیحیوں کا ہو تو 'چٹ منگنی پٹ بیاہ'۔ آزاد ریاستیں عالمی نقشے پر موجود ہیں۔ مسلمان کشمیر کے ہوں یا فلسطین کے منہ اٹھائے UNO کی طرف دیکھ رہے ہیں جب کہ یو این او کو اشیر باد درکار ہے یہود کی جو کبھی اس کا مقدر نہیں بن سکتی۔

UNO کی اصلیت:

☆ ''حد تو یہ ہے کہ اقوامِ عالم کا اتحاد UNO ہماری آشیر باد کے بغیر کوئی معمولی معاہدہ (فیصلہ) بھی کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہے''۔ (PROTOCOLS-5:5)

☆ ''ہماری (قائم کردہ) حکومت کا یہ حق ہوگا (امتیاز ہوگا) کہ وہ جب چاہے، جس طرح چاہے یہود کے خلاف قول و فعل سے کسی طرح کے اقدام کرنے والے سے زندگی کا حق چھین لے'' (PROTOCOLS-5:1)

کوئی فرد ہو، قوم ہو یا حکومت ہو، عملی زندگی کے لئے معاشی استحکام اس کی پہلی ضرورت ہے اور عدمِ استحکام کسی نہ کسی ساہوکار کی غلامی کا سبب بن جاتا ہے۔ افراد کے لئے افراد ہی ساہوکار بنتے ہیں جبکہ حکومتوں کے ساہوکار عالمی مالیاتی ادارے۔ یہود نے بڑی حکمت سے جب لیگ آف نیشنز کو UNO بنوایا، اس کی سکیورٹی کونسل تشکیل دی تو عالمی سطح پر مالیاتی امور کو کنٹرول کرنے کی خاطر ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف یعنی INTERNATIONAL MONETARY AGENCY تشکیل دی اور دونوں کا نظام یوں طے کیا کہ

ورلڈ بنک کی اصلیت:

☆ ''ورلڈ بنک کے نام سے ایسا لگتا ہے اور خاص طور پر اس لئے کہ اس کی تشکیل اقوام متحدہ کے ذریعے ہوئی ہے کہ اس کے قیام کا مقصد دنیا کی اور خاص طور پر غریب ترین ممالک کی امداد کرنا ہے لیکن درحقیقت ایسا نہیں ہے......فی الواقعہ ورلڈ بنک

دنیا کا سب سے بڑا غیر فرمانروا قرض لینے والا ہے جو تجارتی شرح سے سود ادا کرتا ہے اور پھر حاصل کردہ رقم مختلف ممالک کو زیادہ شرح سود پر قرض دیتا ہے اور اس طرح سالانہ اربوں ڈالرز کماتا ہے اور اس میں کوئی تعجب نہیں ہونا چاہئے کہ آج تیسری دنیا (بالخصوص مسلم ممالک) ایک ہزار ارب ڈالر کی مقروض ہے۔''

☆ ''عالمی بنک بظاہر دنیا بھر میں اس نظریے کو پھیلانے کا ذمہ دار گردانا جاتا ہے کہ ''ٹرکل ڈاؤں ڈویلپمنٹ اینڈ ٹاپ ڈاؤن اپروچز'' کہا جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مفادِ عامہ کے بڑے بڑے منصوبوں اور بڑی صنعتوں میں سرمایہ کاری کے ذریعے اس کے اثرات خود بخود عام آدمی تک پہنچ جاتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ ایسا شاید ہی کبھی ہوا ہو۔''

☆ ''عالمی بنک ترقی پذیر ممالک کے پالیسی سازوں کو مشورہ دینے والا اور دنیا کے 'محتاجوں'' کو دباؤ میں رکھنے والا سب سے بڑا ادارہ ہے۔ یہ عام طور پر حکومتوں کی اس سلسلے میں حوصلہ افزائی کرتا ہے کہ قرض لی گئی رقم کو اصل ترقیاتی پراجیکٹس کے بجائے جیسے چاہیں خرچ کریں اور اس کے بدلے وہ فیصلہ سازی میں ورلڈ بنک کو بھی کردار ادا کرنے دیں۔ اس طرح حکومتیں قرضوں کی رقوم تعیّشات پر لٹاتی ہیں، ذاتی عیاشیوں پر قوم کی کمائی خرچ کرتی ہیں۔ اسی لئے دنیا بھر میں ایک عام شکایت سنی جاتی ہے کہ تیسری دنیا کے حکمرانوں نے قومی خود مختاری اور اقتدارِ اعلیٰ کو گروی رکھ دیا ہے۔'' (عالمی معیشت از نجمہ صادق صفحہ 13 تا 16، شرکت گاہ لاہور)

ورلڈ بنک ہو یا آئی ایم ایف اور ان کے مادر مہربان یو این او، اس کی 'بیٹی' سکیورٹی کونسل اور ان کے تحت دیگر بے شمار عالمی سطح کے ذیلی ادارے عملاً یہ سب ''خشکی کے اکٹوپس'' یہود کے کارندے ہیں، انہی کے مقاصد کی تکمیل میں ہمہ وقت اور ہمہ جہت مصروف عمل ہیں:

جہت اوّل:

☆ ''جہاں تک ممکن ہو ہمیں غیر یہود کو ایسی جنگوں میں الجھانا ہے جس کے نتیجہ میں انہیں کسی علاقے پر قبضہ نصیب نہ ہو بلکہ جو جنگ کے نتیجے میں معاشی تباہی سے

بدحال ہو کر پہلے سے تاک میں لگے ہمارے مالیاتی اداروں کے جال میں آ جائیں اور ہمارے مالیاتی ادارے انہیں امداد فراہم کریں، جس امداد کے ذریعے بنے شمار نگران آنکھیں ان پر مسلط ہو کر ہماری ناگزیر ضرورت کی تکمیل کریں گی خواہ ان کے اپنے اقدامات کچھ بھی ہوں......'' (PROTOCOLS 2:1)

جہت دوم:

☆ ''(مذکورہ تدابیر سے) جہاں ہم کامیاب ہوں گے، عوام میں سے جو بھی انتظامیہ ہم منتخب کریں گے اپنی (یہود کی) وفاداریوں کی تکمیل کی صلاحیت کے حوالے سے کریں گے کیونکہ وہ ان حکومتوں کے اپنے تیار کردہ افراد کی طرح تربیت یافتہ نہ ہوں گے بلکہ بچپن سے کرہ ارض پر حکمرانی کے لئے زیرتربیت رکھے گئے وہ لوگ ہوں گے جو مہروں کی طرح ہمارے ماہرین، مشیروں اور دانشوروں کے اشارۂ ابرو کو سمجھیں گے اور عمل کریں گے''۔(PROTOCOLS 2:2)

مذکورہ وثیقہ نمبر 2 کے جز نمبر 2 کو پاکستان کے ماضی وحال کے حوالے سے سمجھنا کچھ بھی مشکل نہیں ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے وزیراعظم تک ''امپورٹڈ'' رہے ہیں۔ مثلاً معین قریشی اور شوکت عزیز وغیرہ کل شوکت عزیز پاکستان کا وزیراعظم تھا تو آج بھارت میں مشیر ہے۔ ایک سابق وزیرخزانہ شعیب بھی پاکستان سے زیادہ آئی ایم ایف کے خیر اندیش تھے۔ بچپن سے زیرتربیت رکھے جانے کے حوالے آج ملالہ یوسف زئی بہترین شہادت ہے۔ اس طرح اوکاڑہ کے ایک آڑھتی کے ہونہار بچے کو مع خاندان برطانیہ منتقل کیا گیا۔ یہ صرف چند مثالیں ہیں ورنہ بہت سے ایسے لوگ ہیں جو بچپن سے زیرتربیت رکھ کر حکومتی مشینری کا حصہ بنتے ہیں۔

علاوہ ازیں ایک اس سے بھی مؤثر و معتبر طریقہ برسوں سے یوں تو ہر مسلم ملک میں، بالخصوص پاکستان میں زیرعمل دیکھا جا رہا ہے۔ یہ طریقہ ہے مختلف تعلیمی وظائف میں امریکہ و یورپ کی حکومتوں اور جامعات کی طرف سے معلّمین اور معلّمات کے لئے تربیتی وظائف۔ یہ فل برائٹ ہوں یا کسی دوسرے نام سے۔ معلم و معلّمہ شاگردوں کی کردار سازی میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ اگر اس بنیادی پتھر کو اپنا بنا لیا جائے تو ''اپنا کام'' سہل ہی نہیں یقینی ہو جاتا ہے کہ

’’روشن خیال‘‘ تربیت ملک کی بیوروکریسی کا مؤثر حصہ بن کر’’مہروں کی طرح‘‘ ان کی حسب منشا کام سرانجام دیں گے۔ یہ بھی محض قیاس پر مبنی نہیں بلکہ بطورِ شہادت ایک ایسے ’وظیفہ یافتہ‘ طالب علم کی آپ بیتی گواہ ہے۔

پاکستان سے میکگل یونیورسٹی کے لئے تین ماہرین تعلیم فضل الرحمٰن، راجا ف م ماجد اور تیسرے صاحب کا نام ذہن میں نہیں ہے۔ فضل الرحمٰن، مولانا نہیں، بلکہ بعد میں اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئر مین نامزد ہوئے تھے۔ راجا ف م ماجد صاحب جو بعد ازاں ملتان بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن کے چیئر مین بنے راوی تھے کہ ہم تین افراد اعلیٰ تعلیم کے لئے میکگل یونیورسٹی بھیجے گئے جہاں متعلقہ شعبہ کے صدر ڈاکٹر جیمز سمتھ تھے۔ پروفیسر ڈاکٹر جیمز سمتھ بلاشبہ قرآن و حدیث پر اتھارٹی تھے، کسی بڑے سے بڑے مسلمان عالم دین سے کم عالم نہ تھے، اسلامی تاریخ پر عبور تھا۔ کلاس میں دیگر مسلم ممالک کے سکالرز بھی تھے۔ پروفیسر صاحب قرآن وحدیث اور اسلامی تاریخ کے حوالے سے ایسی صورت حال پیدا کر لیتے کہ جواب کے لئے ہم مسلمان سکالر اپنے آپ کو بند گلی میں لاجواب کھڑا پاتے۔ ہم پاکستانیوں کا تیسرا ساتھی وہیں دوران تعلیم مرتد ہو گیا، فضل الرحمٰن نہ مسلمان رہے اور نہ ہی مرتد ہوئے جس کے ثبوت پاکستان آ کر نظریاتی کونسل کی چیئر مین شپ کے دوران اسلام پر ایک متنازع کتاب لکھنے کی پاداش میں نکالے گئے اور بقول ماجد صاحب میں اپنی تعلیم ادھوری چھوڑ کر ایمان بچاتے واپس آ گیا کہ اگر چند روز اور رہا تو جانے پروفیسر جیمز سمتھ مجھے کہاں کھڑا دیکھے گا۔ یہ محض ایک مثال ہے۔

ملتِ کفر کا اتحاد کیسے ممکن بنایا گیا

یوں تو یہ معروف ہے کہ اَلْكُفْرُ مِلَّةٌ وَاحِدَة یعنی اسلام کے خلاف ملت کفر کا ایجنڈا ایک ہی ہے مگر یہود نے بڑے ہی ٹیکنیکل طریقے سے ملت کفر کو اسلام کے خلاف عملی اقدامات کے لئے صرف متحد ہونے پر ہی توجہ نہیں دلائی بلکہ عملاً اقدامات کے لئے بھی اس فارمولے میں ترغیب موجود ہے۔ اُکساہٹ پیدا کرنے کے اس طریقہ کار کی داد نہ دینا بھی بھلا معلوم نہیں ہوتا کہ دشمن کی دشمنی کے معیار کو بھی سراہا جانا چاہیئے۔ یہود نے عملی انسانی زندگی کے جملہ پہلوؤں پر ایک تقابلی تجزیہ پیش کیا ہے کہ مختلف شعبہ ہائے حیات میں ملت کفر کا تدریجی انحطاط کا گراف کیا رہا تو

ملت مسلمہ کا تدریجی ارتقا اسے کہاں سے کہاں لے گیا۔ یوں کہئے کہ اس تجزیے کے ذریعے ملت کفر کی غیرت کو للکارتے اسے عملی اقدامات کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔

ملت کفر اور ملت مسلمہ کا تقابلی گراف: (CLASH OF CIVILIZATIONS, S.HUNTINGTION P:84,85)

☆ جدول اوّل: سیاسی سطح پر تہذیب کے زیر اثر علاقہ (ہزاروں میں فی مربع میل):

1900ء	مغربی ممالک (مسیحیت)	20290
1993ء		12,711 (کمی)
1900ء	مسلم ممالک	3592
1993ء		11,054 (بڑھوتری)

☆ جدول دوم: عالمی سطح پر مختلف تہذیبوں میں شرح آبادی (فی صد):

1900ء	مغربی ممالک	44.3%
2025ء		10.01% (کمی)
1900ء	مسلم ممالک	4.6%
2025ء		19.02% (بڑھوتری)

☆ جدول سوم: عالمی سطح پر شرح معیشت:

1950ء	مغربی ممالک	64.1%
1992ء		48.9% (کمی)
1950ء	مسلم ممالک	16.7%
1992ء		20.0% (بڑھوتری)

☆ جدول چہارم: عالمی سطح پر افواج کے لحاظ سے شرح فی صد:

1900ء	مغربی ممالک	43.7%
1991ء		21.1% (کمی)
1900ء	مسلم ممالک	10.9%
1991ء		20.0% (بڑھوتری)

بات صرف مختلف شعبہ ہائے زندگی میں مسلمانوں کی ملت کفر کے مقابلے میں بڑھوتری کے اعداد وشمار تک محدود نہیں بلکہ عددی گراف سامنے لانے کے بعد تجزیہ سے ملت کفر کو چوکنا کر کے ملت مسلمہ کے خلاف صف آرا کرنا ہے:

☆ ''بہر حال یہ سوال اپنی جگہ موجود ہے کہ بیسویں صدی ختم ہو رہی ہے اور مسلمان دوسری تہذیبوں کے ساتھ دہشت پسند گروپوں کی شکل میں نبرد آزما ہیں۔''

☆ ''پہلی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ اسلام آغاز ہی سے تلوار کا مذہب ہے اور یہ فوجی مہمات کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ اسلام عرب کے جنگجو قبائل میں آیا اور تشدد پسندی اسلام کی بنیاد ٹھہری۔ محمد ﷺ خود بھی جنگجو تھے اور منجھے ہوئے فوجی سپہ سالار تسلیم کئے جاتے ہیں......''

☆ ''ہر دور کی تاریخ مسلمانوں کے جنگجوانہ رویہ پر گواہ ہے کہ انہیں غیر مسلموں کو برداشت نہ کرنے کا چسکا پڑا ہوا ہے۔ اسلام مرکزیت نہ ہونے کے سبب عدمِ استقلال کا شکار ہے۔''

(THE CLASH OF CIVILIZATION, S.HUNTINGTION. PAGES:260-264)

امریکہ اور یہود:

مذکورہ اسلام مخالف اتحاد کی ترغیب وتشکیل کے بعد یہ ضروری تھا کہ ایسے کسی بھی ممکنہ اتحاد کی سربراہی کے لئے کوئی مؤثر قوت تلاش کی جائے چنانچہ UNO کی چھتری تلے یہ مؤثر قوت امریکہ ٹھہری، جس کے 19 صدور یہودی فری میسن تحریک کے باضابطہ رکن تھے (فری میسنری از بشیر احمد، جدول صدور آخر صفحہ) بُش جونیر نے تابوت میں لیٹ کر خون چکھتے یہودی دہشت گرد تنظیم ایلیومی نیٹی (ILLUMINATI) کی رکنیت کا حلف لیا تھا۔ امریکہ پر یہودی تسلط ملاحظہ فرمائیے:

☆ ''مسٹر پاؤل کی کمزوری، ان کی اعصابی ناتوانی اور ان کی بُزدلی اسرائیل اور فلسطین کے درمیان ایسی جنگ شروع ہونے کا سبب بن سکتی ہے جو ہمارے اندازوں سے کہیں زیادہ خوف ناک ہوگی۔ مسٹر پاؤل، صدر بش اور اسرائیلی وزیر اعظم کے

ہاتھوں امریکہ کی ساکھ کا جنازہ اُٹھ چکا ہے اب یہ بات کھل کر سامنے آ چکی ہے کہ اسرائیل ہی اس خطے میں امریکہ کی خارجہ پالیسی کو کنٹرول کرتا ہے۔''

(ROBERT FISK, THE INDEPENDENT LONDON)

☆ ''میں نے کچھ عرصہ پیشتر لکھا تھا کہ امریکی وزیر خارجہ کولن پاؤل کے دورۂ مشرقِ وسطیٰ سے اس سوال کی وضاحت ہو جائے گی کہ امریکی کی خارجہ پالیسی کون کنٹرول کرتا ہے؟ امریکہ کے عوامی نمائندے یا پھر اسرائیل اور امریکہ میں موجود یہودیوں کی مضبوط و مؤثر لابی؟؟ جواب ہمیں مل چکا ہے کہ اسرائیل ہی امریکہ اور اس کی خارجہ پالیسی کو کنٹرول کرتا ہے''۔

(CHARLI RAIZE, "THE END OF AMERICA'S PRESTIGUE)

امریکی ڈالر یہودی اثر ونفوذ پر گواہ:

امریکی ڈالر کے ایک سمت 52 امریکی ریاستوں کے الحاق کو یہودی چھ کونے کے ستارے (DAVID STAR) کی شکل میں دکھایا گیا ہے تو بائیں جانب ایک مخروطی مینار ہے جس کی نوک پر انگور کے دانے کی طرح اُبھری آنکھ ہے جس کے نیچے تحریر ہے۔ اس مخروطی مینار اور آنکھ کے ساتھ ساتھ تحریر کا مقصد انہی کے الفاظ میں دیکھئے۔ یہ امریکی حکومت کی سرکاری مہر بھی ہے جس کا خالق ویشاپٹ (WESHUPT) تھا جو اپنے آپ کو روحانیت کا علمبردار کہتا تھا اس نے عالمی دہشت گردی سے اپنے عالمی اقتدار کی منزل قریب لانے کے لئے ایک خفیہ تنظیم INSINUATING BROTHERN بنائی۔ 'روحانیت کے علمبرداروں' ایلیومی نیٹی (ILLUMINATI) کی مذکورہ تنظیم 'انسوایٹنگ بردرن' کے معنی ہیں ''بامقصد ذومعنی اشاروں سے مکر وفریب کے جال میں پھانسنے والے بھائی''۔ اس روحانی تنظیم کی بنیاد ویشاپٹ نے 1776ء میں رکھی تھی جو چہار پہلو مخروطی اہرام پر نیچے کندہ ہے۔ تنظیم کے اس مخصوص نشان کی تشریح یوں ہے:

☆ ''مخروطی اہرام عالمی سطح پر کیتھولک (CATHOLIC) کی بیخ کنی کی سازش اور پوری دنیا کو ایک حکمران کے تابع کرنے (گلوبلائزیشن) یا UN ڈکٹیٹر شپ قائم

کرنے کی علامت ہے''۔

("POWNS IN THEGAME" PAGE XIII, WILLIAM GUY CARR)

آگے بڑھنے سے پہلے کیتھولک کے معنی بھی سمجھ لینا ضروری ہے کہ اس سے مراد مسیحی کیتھولک فرقہ نہیں ہے بلکہ اس کے حقیقی معنی اور ہیں:

☆ "**CATHOLIC**:UNIVERAL, GENERAL, COMPREHENSIVE, BROAD IN SYMPATHIES , TASTES, INTERESTS.2. OF RELATIONG TO, FORMING EHURCH UNIVERSAL....." (WEBSTER'S "NEW COLLEGIALE DICTIONERY)

مخروطی اہرام کی تحریر(ANNUIT COEPTIS) کے معنی ہیں:''ہماری (سازشی) تنظیم کی کامیابی طے ہے''۔دونوں الفاظ کے ٹھیک نیچے روشن دائرے کے اندر اہرام کے مخروط پر ''انگور کے دانے کی طرح چمکتی آنکھ'' ہے۔ چہار پہلو مخروطی اہرام پر ہر سمت یہ آنکھ اس بات کی علامت ہے کہ ہم جرمن گسٹاپو کی طرح دہشت گرد ہیں اور کرۂ ارض پر چہار سو ہماری نظر ہے۔ ویشاپٹ کی تنظیم ''انسویٹنگ بردرن'' کا یہ مخصوص نشان ہے۔مخروطی اہرام کے نیچے رومن حروف MIDCCLXXVI-1776 لکھا ہے اور اہرام کے نیچے چوتھائی دائرے میں تحریر ہے "NOVUS ORDO SECLORUM" جو تنظیم کی حیثیت اور مستقبل کے منصوبوں کو ظاہر کرتا ہے۔تحریر کے معنی ہیں۔''ایک نیا سوشل آرڈر'' یا ایک نیا معاہدہ یا موجود ''نیو ورلڈ آرڈر'' جس پر آج امریکہ فخر کر رہا ہے نافذ کرنے کے لئے کوشاں ہے۔

("POWNS IN THE GAME" PAGE XIII , WILLIAM GUY CAIR)

گزشتہ سطور میں یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ امریکہ مکمل طور پر یہود کا غلام ہے اور یہود نے بڑے حکیمانہ انداز سے اس کے پر کاٹ لیے ہیں۔ اب یہ ان کے ہاتھوں میں بے بس پرندہ ہے جو چہکتا تو ہے مگر آزادی سے اُڑ نہیں سکتا۔ اس حقیقت کو ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی تباہی کے بعد افغانستان پر حملہ یا عراق پر ''تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں'' (WMD) کی آڑ میں حملوں کی روشنی میں استعمال کیا جانا ناقابل تردید شواہد ہیں، یہود جہاں چاہتے ہیں اسے عملاً

اپنے مفاد میں استعمال کر لیتے ہیں۔

روس اور یہود کا باہمی رشتہ:

امریکہ اور یہودیت کا باہم تعلق دیکھ لینے کے بعد اب دوسری مبیّنہ سپر پاور روس کے ساتھ یہودیت کے تعلق کی گہرائی بھی دیکھنا ضروری ہے تا کہ عالمی منظر نامہ میں ماضی و حال کے حالات کو سمجھنا آسان ہو جائے۔

☆ ''کیمونزم کی روح دراصل یہودیت کی روح ہے'' (بحوالہ ''انیسویں صدی اور بعد ''(لندن) از پروفیسر۔اے اوسینڈوسکی، صفحہ 29)

☆ ''یہودیت کے بے شمار اعضاو جوارح، کیمونزم کی ترویج کے لئے قوت فراہم کرتے ہیں'' (بحوالہ ''دی ورلڈ سگنیفائڈ دی رشین یولیوشن، از ڈاکٹر آسکر لیوی)

☆ ''ہر جگہ خوشدلی سے روس کی سرخ فوج کا استقبال کرتے وقت یہودی اس کی دن بہ دن مستحکم حیثیت کے لئے دعا کرتے ہیں تا آنکہ ان کے بدترین دشمنوں کا قلع قمع ہو جائے۔ پوری آزاد دنیا روسی افواج کی عظمت کو سلام کرتی ہے اور یہودی اس سے بھی زیادہ'' (بحوالہ ''دی نیو جودیا'' (لندن) فروری 1943، صفحہ 67-66۔صہیونی تحریک)

__________________ (جاری ہے)

حَسۡبُنَا اللّٰهُ وَ نِعۡمَ الۡوَكِيۡل نِعۡمَ الۡمَوۡلٰى وَ نِعۡمَ النَّصِيۡر

قرآنِ حکیم اور اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا محمد حنیف ندوی

(بشکریہ نقوش، رسول نمبر جلد 1)

قرآنِ حکیم نے متعدد مقامات پر یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس میں تشریع وقانون کے تمام گوشوں پر روشنی ڈالی گئی ہے اور اُن تمام بنیادی مسائل کو بیان کیا گیا ہے جو انسانی زندگی کے لیے ضروری ہیں:

وَ نَزَّلۡنَا عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ تِبۡيَانًا لِّكُلِّ شَىۡءٍ ...... (النحل:۸۹)

''اور ہم نے آپ پر ایسی کتاب نازل کی جس میں ہر شے کی وضاحت ہے۔''

وَّ هُوَ الَّذِىۡۤ اَنۡزَلَ اِلَيۡكُمُ الۡكِتٰبَ مُفَصَّلًا (الانعام:۱۱۴)

''حالانکہ اس نے تمہاری طرف واضح المطالب کتاب بھیجی۔''

الٓرٰ كِتٰبٌ اُحۡكِمَتۡ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتۡ مِنۡ لَّدُنۡ حَكِيۡمٍ خَبِيۡرٍۙ O (ہود:۲۔۱)

''الرٰ۔ یہ کتاب وہ ہے جس کی آیتیں مستحکم ہیں اور خدائے حکیم وخبیر کی طرف سے بہ تفصیل بیان کردی گئی ہیں۔''

آیئے! ان آیات کی رُو سے دیکھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اِطاعت اور اِتباع کس درجہ ضروری ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب یا فرائض کار میں کیا کیا چیزیں داخل ہیں تا کہ مسلمان صحیح خطوط پر اپنی دینی زندگی کے نقشے کو ترتیب دے سکے، قرآن حکیم کے مطالب ومعانی کو سمجھ سکے اور ان کو اپنی عملی زندگی میں سمو سکے۔ قرآن حکیم نے اس سلسلے میں دو انداز اختیار کیے ہیں

اکثر تو اپنی اطاعت کے ساتھ رسول کی اطاعت کو بھی ضروری ٹھہرایا ہے اور کہیں صرف رسول کی اطاعت و پیروی ہی کا ذکر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ دینی نقطۂ نظر سے قرآن کے پہلو بہ پہلو اسلام اور فقہ و تقنین کا دوسرا سرچشمہ یا مصدر ثانی جس سے ایمان و عمل کے تقاضے مکمل ہوتے ہیں، سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ O

''کہہ دو کہ خدا اور اس کے رسول کا حکم مانو، اگر نہ مانیں تو خدا بھی کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔'' (ال عمران:۳۲)

وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ O (ال عمران:۱۳۲)

''اور خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، تاکہ تم پر رحمت کی جا سکے۔''

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِىْ شَىْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا O (النساء:۵۹)

''مومنو! خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرو، اور اگر کسی بات میں اختلاف پیدا ہو تو اگر خدا اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں خدا اور رسول اور اپنے اُولی الامر کے حکم کی طرف رجوع کرو، یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا مآل بھی اچھا ہے۔''

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ O (الانفال:۱)

''اگر ایمان رکھتے ہو تو خدا اور اس کے رسول کے حکم پر چلو۔''

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَ اَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ O (الانفال:۲۰)

''ایمان دارو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اس سے رُوگردانی نہ کرو، اور تم سن رہے ہو''۔

وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا (الانفال:۴۶)

''اور خدا اور اس کے رسول کے حکم پر چلو اور آپس میں جھگڑا نہ کرنا، ایسا کرو گے تو

بُزدل ہو جاؤ گے۔''

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْہِ مَا حُمِّلَ وَ عَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ وَ اِنْ تُطِيْعُوْہُ تَھْتَدُوْا وَ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ O(النور:۵۴)

''کہہ دیجیے کہ خدا کی فرمانبرداری کرواور رسول خدا کے حکم پر چلو، اگر منہ موڑو گے تو رسول پر اُس چیز کا ادا کرنا ہے جو اُن کے ذمہ ہے اور تم پر اُس چیز کا ادا کرنا ہے جو تمہارے ذمہ ہے۔ اور اگر تم ان کے فرمان پر چلو گے تو سیدھا راستہ پالو گے اور رسول کے ذمے تو صاف صاف احکامِ خدا کا پہنچا دینا ہے''

يٰاَيُّھَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰہَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ O

''مؤمنو! خدا کا ارشاد مانو اور پیغمبر کی فرمانبرداری کرو اور اپنے عملوں کو ضائع نہ ہونے دو۔''(محمد:۳۳)

وَ اَطِيْعُوا اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ وَ اللّٰہُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ O(المجادلہ:۱۳)

''اور خدا اور اس کے پیغمبر کی فرمانبرداری کرتے رہو اور جو تم کرتے ہو خدا اس سے باخبر ہے''

وَ اَطِيْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ O(التغابن:۱۲)

اور خدا کی اطاعت کرو، اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اگر تم منہ پھیر لو گے تو ہمارے پیغمبر کے ذمے تو صرف پیغام کا کھول کھول کر پہنچا دینا ہے''

یہ وہ آیات ہیں جن میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کو ایک ساتھ بیان کیا گیا ہے، ان میں دونوں کی اطاعت و پیروی کو یکساں طور سے ضروری ٹھہرایا گیا ہے، یعنی جو اسلوب، انداز اور پیرایۂ اظہار اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے اختیار کیا گیا ہے، بعینہٖ وہی نہج اور طریق اطاعتِ رسول کی اہمیت کو واضح کرنے کے لیے اختیار کیا گیا ہے۔ اب ان آیات پر ایک نظر ڈالتے چلیے جن میں اطاعتِ رسول ﷺ کو مستقل بالذات اور منفرد دین کی

اساس اور بنیاد قرار دیا گیا ہے:

مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ (النساء:۸۰)

''جو شخص رسول کی پیروی کرے گا تو بے شک اس نے خدا کی پیروی کی''

وَ مَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰہِ (النساء:۶۴)

''اور ہم نے جو پیغمبر بھیجا ہے اس لیے بھیجا ہے کہ خدا کے فرمان کے مطابق اس کا حکم مانا جائے''۔

قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ وَ یَغۡفِرۡلَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ وَ اللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ O (اٰلِ عمران:۳۱)

''لوگوں سے کہہ دیجیے اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ خدا تمھیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اللہ بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے''۔

فَلۡیَحۡذَرِ الَّذِیۡنَ یُخَالِفُوۡنَ عَنۡ اَمۡرِہٖۤ اَنۡ تُصِیۡبَہُمۡ فِتۡنَۃٌ اَوۡ یُصِیۡبَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌO (النور:۶۳)

''تو جو لوگ آپ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیے کہ ایسا نہ ہو ان پر کوئی آفت آ پڑے یا تکلیف والا عذاب نازل ہو۔''

فَلَا وَ رَبِّکَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوۡکَ فِیۡمَا شَجَرَ بَیۡنَہُمۡ ثُمَّ لَا یَجِدُوۡا فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیۡتَ وَ یُسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًاO (النساء:۶۵)

''آپ کے پروردگار کی قسم۔ یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں آپ کو منصف نہ بنائیں اور جو آپ فیصلہ کر دیں اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے تسلیم کر لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے''۔

یہ آیات اپنے مفہوم و معنی میں اس درجہ واضح ہیں کہ ہم نے ان کی تشریح و تفسیر کو غیر ضروری سمجھ کر چھوڑ دیا ہے، البتہ ان آیات سے جو نکات نکھر کر فکر و نظر کے سامنے آتے ہیں ان پر ایک نظر ڈال لینا چاہیے۔

1۔ اطاعت رسول ﷺ، دین کی اتنی اہم اساس ہے کہ اس سے انکار کفر کا مستوجب ہے۔

2۔ اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت رحمت الٰہی کے حصول کا واحد ذریعہ ہے۔

3۔ کسی بھی فقہی و دینی مسئلے میں اختلاف رائے کی صورت میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فیصلہ ہی آخری فیصلہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

4۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے پیغام پر ایمان کے تقاضے اسی وقت پورے ہوسکتے ہیں جبکہ حضور ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری کو حرزِ جان بنایا جائے۔

5۔ اطاعتِ رسول ﷺ کی روگردانی سے حبطِ مال کا اندیشہ ہے۔

6۔ رسول ﷺ کی اطاعت اللہ کی اطاعت کے مترادف ہے۔

7۔ ہر پیغمبر اسی لیے مبعوث ہوا ہے کہ لوگ اس کے نقش قدم پر چلیں۔

8۔ محبت الٰہی صرف ایسی صورت میں حاصل ہوسکتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ارشادات و اعمال کی پیروی کی جائے۔

9۔ جو لوگ آپ کی مخالفت میں سرگرم ہیں، ان کو اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے۔

10۔ ایمان اس وقت تک تکمیل پذیر نہیں ہوتا جب تک آنحضرت ﷺ کے احکام و اوامر کو پورے اخلاص سے تسلیم نہ کیا جائے۔

رہا یہ سوال کہ قرآن نے آنحضرت ﷺ کے منصب اور فرائض کار کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا ہے تو اس کو سمجھنے کے لئے نامناسب نہ ہوگا کہ پہلے تصوّرِ نبوت سے متعلق ان خیالات وافکار کا اختصار کے ساتھ ذکر کر دیا جائے جو یکسر ملحدانہ اور غلط ہیں۔ بات یہ ہے کہ اس موضوع میں اصل اشکال یہ ہے کہ نبوت کا مسئلہ خالص دینی ہے اور جب اس کو حل کرنے کے لئے عقل و خرد کی واماندگی پر اعتماد کیا جائے گا تو اس سے لازماً نبوت کی عظمت وحقیقت پر روشنی نہ پڑ سکے گی اور نہ یہ بات واضح ہوسکے گی کہ انبیاء کی تعلیمات میں جو ایک طرح کا توافق اور ارتقا و تسلسل پایا جاتا ہے اس کی کیا وجہ ہے۔ جس طرح سائنس کے مسائل کو غیر سائنسی اصولوں کی روشنی میں حل نہیں کیا جاسکتا، ٹھیک اسی طرح وہ مسائل جن کا تعلق خالصتاً دین سے ہے، ان کو غیر دینی وسائل و ذرائع کے بل بوتے پر حل کرنا ناممکن ہے۔ لیکن اس کا کیا کیجئے، بعض لوگوں نے اس کے باوجود اسرارِ نبوت تک پہنچنے کی ناکام کوشش کی۔ مثلاً کچھ لوگوں نے اسے کہانت کی ترقی یافتہ شکل قرار

دیا حالانکہ نبوت اور کہانت میں کوئی مماثلت نظر نہیں آتی، جن لوگوں نے عربی ادبیات میں کاہنوں سے منقولہ اقوال کا مطالعہ کیا ہے، وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ جہاں ارشاداتِ انبیاء میں حکمت و دانائی اور رشد و ہدایت کے موتی ضوفگن ہیں گہرائی اور عمق ہے، وہاں کہانت میں ڈھلے ڈھلائے، بے معنی اور سطحی جملوں کے سوا کوئی چیز پائی نہیں جاتی۔ کاہن کو انبیاء و رُسل سے وہی نسبت حاصل ہے جو ذرّہ کو آفتاب سے۔ ان کے اقوال میں نہ صحت و بصیرت کی کوئی جھلک ہے، نہ زندگی کے مسائل سے متعلق کوئی پیغام و دعوت کا نظام پایا جاتا ہے، نہ اخلاق کو سنوارنے کی تعلیم ہے اور نہ اللہ تعالیٰ سے رشتہ عبودیت استوار کرنے کا کوئی طریق مذکور، کیونکہ یہ ساری چیزیں انبیاء f ہی کے ساتھ مخصوص ہیں۔

بعض حضرات نے کہا ہے کہ نبوت اس شدید احساس و تأثر کا نتیجہ ہے، جو معاشرے میں فکر و نظر کی گمراہیوں کو دیکھ کر ایک ذہین اور حساس مصلح انسان کے دل میں اُبھرتا ہے۔ ہم اس امکان کو نظر انداز نہیں کر سکتے کہ معاشرے میں مروّجہ برائیوں کے خلاف اصلاح کا جذبہ بعض حضرات کو اس حد تک مجبور کر دے کہ وہ ان کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے پر آمادہ ہو جائیں لیکن ان کے لئے یہ کیا ضرور ہے کہ وہ اپنے کو فرستادہ تصوّر کرنے لگیں اور اپنے خیالات و افکار کو وحی و تنزیل کا نتیجہ قرار دیں۔

نبوت کی ایک توجیہ نفسیات کے ماہرین نے یہ بیان کی ہے کہ یہ ایک نوع کی ذہنی بیماری ہے۔ اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک شخص جو ذہنی و فکری لحاظ سے عدمِ توازن کا شکار ہے، متوازن و معقول اور قابلِ عمل نظامِ خلافت پیش کر سکے، اعلیٰ اخلاقی و روحانی قدروں کو پیش کر سکے، تہذیب و تمدن کے سانچوں کو ترتیب دے سکے اور ان تمام گتھیوں کو سلجھا سکے، جن سے معاشرہ دوچار ہے۔ یہی نہیں، خود بھی ایسی پاکیزہ اور بلند زندگی بسر کر سکے، جو دوسروں کے لیے نمونے کی حیثیت رکھتی ہو۔

نبوت کے بارے میں یہ ان لوگوں کی توجیہات تھیں جو ادیان کی صداقت اور سچائی پر یقین نہیں رکھتے اور محض ظن و تخمین کی بنا پر یہ جاننا چاہتے ہیں کہ اس کی حقیقت کیا ہے۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو دینی ذہن رکھتے ہیں، لیکن اس کے باوصف انہوں نے ٹھوکر کھائی ہے اور اس مسئلے

کی تہ تک نہیں پہنچ پائے۔ مثال کے طور پر بعض حضرات کا یہ کہنا ہے کہ نبوت ولایت ہی کے اس مقام سے متعلق ایک حقیقت ہے جہاں پہنچ کر مجاہدہ وریاضت سے سالک کا قلب اس لائق ہوجاتا ہے کہ اس پر وحی وتنزیل کی تجلیات کا انعکاس ہونا شروع ہوجاتا ہے دوسرے لفظوں میں نبوت اور ولایت میں جوفرق ہے وہ نوعیت کا نہیں درجے کا ہے۔

ہمارے نزدیک نبوت کی متصوفانہ تعبیر اس وجہ سے غلط ہے کہ قرآن کریم سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہو پاتا کہ منصبِ نبوت سے بہرہ مند ہونے سے پہلے ہر نبی نے سلوک ومعرفت کی وہ تمام منزلیں طے کی ہوں، جن کی صوفیہ نے نشان دہی کی ہے۔ مزید برآں اس سے عقیدۂ ختم نبوت کی نفی ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ نبوت کسبی ہے، وہبی نہیں۔ یعنی اگر آج بھی کوئی شخص تعلق باللہ کی اس منزل تک رسائی حاصل کرلے جس کو معرفت وسلوک کی اصطلاح میں آخری منزل کہا جاسکتا ہے تو وہ نبوت ورسالت کے عہدۂ جلیلہ پر فائز ہوسکتا ہے۔ حالانکہ کوئی بھی صحیح العقیدہ مسلمان اس کا قائل نہیں۔ نبوت وولایت میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ نبی وحی وتنزیل کے ذریعے جن حقائق تک رسائی حاصل کرتا ہے وہ تمام تر معروضی ہوتے ہیں اور ولی کے قلب و ذہن پر جونقوش مرتسم ہوتے ہیں وہ موضوعی ہوتے ہیں اور ان کا تانا بانا معاشرے کے حالات، اقدار وتعلیم وتربیت کے اسلوب ونہج سے تیار ہوتا ہے اور ان میں جوتھوڑی بہت معروضیت پائی جاتی ہے وہ بھی صاف اور واضح نہیں ہوتی بلکہ تعبیر طلب ہوتی ہے۔ ان نقوش وتاثرات کو ہم کشوف تو کہہ سکتے ہیں، وحی نہیں۔ کشوف کی شرعی حقیقت اس سے زیادہ نہیں کہ وہ سالک کے ذاتی تجربات ہیں۔ لہٰذا ہر حال میں ان کی صحت کا معیار یہ ہے کہ آیا یہ کتابُ اللہ اور سنت رسول ﷺ کے مطابق ہیں یا نہیں۔ جس طرح ایک مجتہد کا استدلال واستنباط صحیح بھی ہوسکتا ہے اور غلط بھی، اسی طرح کشوف میں بھی خطا وصواب دونوں کا امکان موجود ہے، بلکہ علامہ ابنِ تیمیہ کی زبان میں یہ کہنا چاہیے کہ کشف بھی ایک طرح کے اجتہاد ہی سے تعبیر ہے۔

دینی حلقوں میں ایک نہایت محدود اور برخود غلط حلقہ ایسا بھی ہے جو نبوت ووحی کو اس سے زیادہ اہمیت دینے کے لئے تیار نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب کی تنزیل کے لئے کسی شخص کو منتخب کرلیتا ہے تا کہ وہ اس کتاب کے متن اور الفاظ وحروف کو من وعن لوگوں تک پہنچادے۔ لیکن اس

کے اقوال وتشریحات اورعمل وکردار کے لئے ضروری نہیں کہ وہ بھی وحی وتنزیل کا نتیجہ ہوں، لہٰذا حجت واستدلال کا جہاں تک تعلق ہے اس کا سرچشمہ صرف وہ کتاب ہوگی جو اس پر نازل ہوئی ہے۔ پیغمبر کا عمل اور ارشادات نہیں۔ ان کے نقطۂ نظر سے پیغمبر کی حیثیت محض مبلغ اور شارح کی ہے، شارع کی نہیں۔ ان کے ہاں ہر دور کے اہل علم کو یہ حق ہے کہ وہ معاشرے کے بدلتے ہوئے حالات کے مطابق اپنے طور پر کتابُ اللہ کی تشریح کریں، شرع وتقنین کے سانچوں کو ڈھالیں، دین کی جزئیات اور تفصیلات کو متعین کریں اور لوگوں کی رہنمائی کے فرائض انجام دیں۔

نبوت ورسالت کا یہ گمراہ کُن تصوّر دراصل اس مفروضے پر مبنی ہے کہ وحی الٰہی کا دائرہ صرف کتاب اللہ تک سمٹا ہوا ہے اور اس کی وسعتیں اور ضوفشانیاں نبی کے اعمال اور ارشادات کو متأثر نہیں کر پاتیں۔ حالانکہ وحی ایسا عمل ہے جو پیغمبر کی پوری زندگی کو اپنی آغوش میں لئے ہوئے ہے۔ اس لئے پیغمبر دینی حقائق کی تبیین وتشریح کے ضمن میں جو کچھ ارشاد فرماتے ہیں اس سے منشائے الٰہی کی پوری پوری ترجمانی ہوتی ہے۔ قرآنِ حکیم میں ہے:

> وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی O اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰی O (النجم: ۳۔۴)
>
> ’’اور وہ کوئی بات خواہش نفس سے منہ سے نہیں نکالتا، وہ تو وحی الٰہی ہے، جو اُن کی طرف بھیجی جاتی ہے‘‘۔
>
> لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (احزاب: ۲۱)
>
> ’’تمہارے لئے پیغمبر خدا کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے‘‘۔

اللہ کی اطاعت اور رسول کی متابعت کو دو مختلف اور متضاد خانوں میں تقسیم نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ یہ ایک ہی حقیقت کے دو مختلف اظہار یا پرتو ہیں۔ اللہ تعالیٰ کتب وصحائف کے ذریعے معاشرے کے مسائل کا حل نازل فرماتا ہے اور رسول اپنے عمل، کردار اور تشریحات سے وحی وتنزیل ہی کی روشنی میں ان کو عملی جامہ پہناتا ہے۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ براہِ راست وحی کو علما کی اصطلاح میں وحیِ جلی کہا جاتا ہے اور اسی کی روشنی اور تاثیر کو وحی خفی۔ اکثر ایسا بھی ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے پیغمبر تو بھیجا گیا ہے مگر اس پر کوئی متعین کتاب نہیں نازل کی گئی، لیکن اس کے باوجود اس کی پیروی کو ضروری ٹھہرایا گیا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ پیغمبر کی ذات

بجائے خود حجت و دلیل ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر نبی نے اپنے دور میں کتابُ اللہ کی پیروی کے پہلو بہ پہلو اپنی پیروی کی بھی دعوت دی اور لوگوں سے کہا کہ اگر تم نجاتِ اُخروی کے طالب ہو تو ہمارے نقشِ قدم پر چلو۔

حضرت نوح d نے فرمایا:

اِنْ اَجْـرِیَ اِلَّا عَلٰـی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ O فَـاتَّـقُـوا الـلّٰـهَ وَ اَطِیْعُوْنِ O (الشعراء:۱۰۹۔۱۱۰)

''میرا صلہ تو خدائے ربّ العالمین ہی پر ہے، تو خدا سے ڈرو، اور میرے کہنے پر چلو''

حضرت ہود d نے کہا:

اِنِّیْ لَکُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌO فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِO (الشعراء:۱۲۶)

''میں تو تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں، تو خدا سے ڈرو اور میرا کہا مانو''۔

حضرت صالح d کا ارشاد ہے:

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِO (الشعراء:۱۴۴)

''سو خدا سے ڈرو اور میرا کہا مانو''۔

حضرت لوط d کا کہنا ہے:

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِO (الشعراء:۱۶۲)

''سو خدا سے ڈرو اور میرا کہا مانو''۔

حضرت شعیب d نے اِسی پیرایۂ بیان میں بن کے رہنے والوں سے فرمایا:

اِنِّیْ لَکُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌO فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِO (الشعراء:۱۷۸۔۱۷۹)

''میں تو تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں سو خدا سے ڈرو اور میری اطاعت کرو''۔

حضرت مسیح d نے ان الفاظ میں بنی اسرائیل کو اپنی بعثت کے مقصد سے آگاہ کیا:

قَـدْ جِئْتُـکُمْ بِالْحِکْمَةِ وَ لِاُبَیِّنَ لَکُمْ بَعْضَ الَّذِیْ تَخْتَلِفُوْنَ فِیْهِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ O(الزخرف:۶۳)

''میں تمہارے پاس دانائی لے کر آیا ہوں۔ نیز اس لیے کہ بعض باتیں جن میں تم

اختلاف کر رہے ہو، تم کو سمجھا دوں............''۔

آیئے ! اب یہ دیکھیں کہ ان توجیہات وتصوّرات کے مقابلے میں قرآن حکیم نے نبوت کا کیا تصور پیش کیا ہے۔ ہم پوری ذمہ داری سے کہہ سکتے ہیں کہ قرآن حکیم نے واضح اور غیر مبہم انداز میں اس حقیقت کی پردہ کشائی کی ہے کہ رسالت ونبوت کا تعلق یکسر فیضانِ ربوبیت سے ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کر کے یوں ہی نہیں چھوڑ دیا ہے کہ عقل وخرد کی وادیوں میں بھٹکتا پھرے، پھر انبیاء ورُسل کو بھیج کر اُس کی رہنمائی کی ہے۔

قَالَ رَبُّنَا الَّذِیۡۤ اَعۡطٰی کُلَّ شَیۡءٍ خَلۡقَہٗ ثُمَّ ھَدٰی O (طٰہٰ:۵۰)

''(موسیٰ نے) کہا ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی شکل وصورت بخشی پھر راہ دکھائی''۔

اس لئے کہ انسانی عقل وتجربہ بہر حال محدود وناقص ہے، اس میں یہ استعداد نہیں پائی جاتی کہ وحی وتنزیل کی روشنی سے بے نیاز رہ کر تہذیب وتمدن کی گتھیوں کو کامیابی سے سلجھا سکے اور اپنے لئے ایسی راہِ عمل کا تعین کر سکے جس پر گام فرسا ہو کر یہ دنیا اور آخرت میں سرخرو ہو سکے اور اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کر سکے۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا یہ طریق رہا ہے کہ ہر دور میں تسلسل کے ساتھ ایسے اشخاص منتخب کر کے مبعوث فرمائے، جو ذہنی اخلاقی اور روحانی طور پر اس طرح کامل ہوں اور اس لائق ہوں کہ انسان کو ضلالت اور گمراہی کی پستیوں سے نکال کر رُشد وہدایت کے فرازوں تک پہنچا سکیں۔ قرآن حکیم میں ہے:

اَللّٰہُ اَعۡلَمُ حَیۡثُ یَجۡعَلُ رِسَالَتَہٗ (الانعام:۱۲۴)

''اس کو خدا ہی خوب جانتا ہے کہ وہ کسے منصبِ نبوت سے نوازے''۔

نبوت ورسالت کی ذِمے داریاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کی جاتی ہیں تا کہ یہ لوگ خیر وخوبی کے قافلوں کو آگے بڑھا سکیں اور شر وبرائی کے قلع قمع کرنے میں ممد ومعاون ثابت ہو سکیں۔ اس مضمون کو قرآن نے متعدد مقامات پر بیان کیا ہے جس سے یہ بات نکھر کر فکر ونظر کے سامنے آجاتی ہے کہ نبوت ورسالت کا تعلق اللہ کی تدبیر اور نظامِ ربوبیت سے ہے۔ انسانی ماحول، معاشرے، استعداد، یا مجاہدہ وریاضت سے نہیں:

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ
(البقرۃ:۲۱۲)

’’پہلے تو سب لوگوں کا ایک ہی مذہب تھا (لیکن وہ آپس میں اختلاف کرنے لگے)
تو خدا نے ان کی طرف بشارت دینے والے اور ڈر سنانے والے پیغمبر بھیجے‘‘۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ
(ال عمران:۱۶۴)

’’خدا نے مؤمنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انہی میں سے ایک پیغمبر بھیجا‘‘۔

اِسی مفہوم کو ادا کرنے کے لیے انبیا کے لیے رُسل کا لفظ بھی استعمال کیا ہے:

لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ رُسُلًا (المائدہ:۷۰)

’’ہم نے بنی اسرائیل سے عہد بھی لیا اور ان کی طرف پیغمبر ارسال کئے‘‘۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں خصوصیت سے ارشاد فرمایا:

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ
وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا (الفتح:۲۸)

’’وہی ذات تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اس کو
تمام دینوں پر غالب کردے اور حق ظاہر کرنے کے لئے خدا ہی کافی ہے‘‘۔

اسی نظامِ ربوبیت کی آخری کڑی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض کار میں تین چیزیں داخل ہیں:

1۔ تعلیم وتبلیغ
2۔ تزکیہ
3۔ تبیین

جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ بیک وقت معلم ومبلغ بھی ہیں، اور کتاب اللہ کے شارح اور مفسر بھی۔

تعلیم وتبلیغ سے مراد یہ ہے کہ آپ اُمت کو دین کے بنیادی حقائق سے آگاہ کریں، اس کے ذہنی اُفق کو بلند کریں اور فکر ونظر کی صلاحیتوں کو اس طرح جلا دیں کہ خدا کی کائنات اور

انسان سے متعلق اُمت ان تمام معلومات سے بہرہ مند ہو سکے، جس پر کہ تہذیب وتمدن کا ارتقا اور تعمیر منحصر ہے۔

تزکیہ سے یہ مقصود ہے کہ آپ ﷺ اپنے روحانی فیوض اور اسوۂ حسنہ سے اُمت کے اخلاق وکردار کو سنواریں، ان میں انسانی فرائض کا احساس پیدا کریں۔ ہمدردی محبت اور تعاون و خیر سگالی کے جذبات کی پرورش کریں اور یہ بتائیں کہ انفرادی واجتماعی سطح پر تقویٰ پرہیزگاری اور تعلق باللہ کی منزلوں کو کیوں کر کامیابی سے طے کیا جا سکتا ہے۔

تبیین کے معنی یہ ہیں کہ قرآن حکیم میں فرائض واعمال کے بارے میں جو کچھ بھی مذکور ہے اس کی وضاحت اپنے قول وعمل سے کریں اور جہاں جہاں بھی تشریح طلب اوامر واحکام مذکور ہیں وہاں ان کی تشریح کریں اور اُمت کو پوری پوری تفصیلات سے آگاہ فرمائیں مثلاً یہ کہ مسلمان پر شب وروز میں کتنی نمازیں فرض ہیں، قیام، رکوع اور سجود میں کیا پڑھنا چاہیے، مناسکِ حج کیا کیا ہیں، نکاح، طلاق اور بیوع یا معاملات سے متعلقہ آیات کا کیا مفہوم ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے منصب اور فرائض کار کے بارے میں ہم نے جو تجزیہ پیش کیا ہے اس کی تائید ان آیات سے ہوتی ہے:

كَمَآ اَرۡسَلۡنَا فِيۡكُمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡكُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡكُمۡ اٰيٰتِنَا وَ يُزَكِّيۡكُمۡ وَ يُعَلِّمُكُمُ الۡكِتٰبَ وَ الۡحِكۡمَةَ وَ يُعَلِّمُكُمۡ مَّا لَمۡ تَكُوۡنُوۡا تَعۡلَمُوۡنَ (البقرۃ:۱۵۱)

’’من جملہ اور نعمتوں کے جس طرح ہم نے تم میں تم ہی میں سے ایک رسول بھیجے ہیں جو تم کو ہماری آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں اور تمہیں پاک بناتے اور کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں‘‘۔

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ (المائدہ:۶۷)

’’اے رسول! جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے سب کا سب پہنچا دیجیے‘‘

يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ قَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلُنَا يُبَيِّنُ لَـكُمۡ كَثِيۡرًا مِّمَّا كُنۡتُمۡ تُخۡفُوۡنَ مِنَ الۡكِتٰبِ (المائدہ:۱۵)

''اے اہل کتاب! تمہارے پاس ہمارے پیغمبر آ گئے ہیں کہ جو کچھ تم کتابِ الٰہی میں سے چھپا رکھتے تھے، وہ اس میں سے بہت کچھ تمہیں کھول کر بتا دیتے ہیں''۔

وَ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الذِّکۡرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیۡهِمۡ وَ لَعَلَّهُمۡ یَتَفَکَّرُوۡنَ O (النحل:۴۴)

''اور ہم نے آپ پر کتاب نازل کی ہے تا کہ جو ارشادات لوگوں پر نازل ہوئے ہیں وہ ان پر کھول کر بیان کر دیں اور تا کہ وہ غور و فکر سے کام لیں''۔

ثُمَّ اِنَّ عَلَیۡنَا بَیَانَهٗ (القیامۃ:۱۹)

''پھر اس کے (یعنی قرآن کے) معانی کا بیان بھی ہمارے ذمے ہے''۔

قرآنِ حکیم نے جس طرح تصورِ نبوت و رسالت کو نکھارا اور بیان کیا اور جس انداز سے آنحضرت ﷺ کی اطاعت و اتباع کو ضروری ٹھہرایا، اسی کا یہ نتیجہ اور فیض تھا کہ مسلمانوں نے ہر دور میں نہ صرف آپ ﷺ کے نقوشِ قدم کی پیروی کی سعادت حاصل کی بلکہ ان نقوش کو اُجاگر کیا اور ان کی حفاظت و صیانت کا اہتمام بھی کیا۔

عالمی امن کے لئے صدر پیوٹن کی نئی حکمت عملی

جنرل مرزا اسلم بیگ
سابق چیف آف آرمی سٹاف پاکستان
(بشکریہ: روزنامہ نوائے وقت 14 نومبر 2015ء)

شام میں روس کی عسکری مداخلت ایک سوچا سمجھا فیصلہ ہے جو کئی سالوں کی منصوبہ بندی کا نتیجہ ہے۔ اس اقدام سے پہلے پیوٹن نے اندرونی مسائل کو حل کیا؛ مسلح افواج کی کارکردگی کو بہتر بنایا اور قریبی پڑوسی ممالک (Near Abroad) کی سلامتی یقینی بنانے کے لیے افغانستان سے دہشت گردی کے خاتمے کا فیصلہ کیا۔ روس کا بنیادی ہدف سپر پاور کی حیثیت سے عالمی سیاسی افق پر اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کرنا ہے۔ لیکن اعلانیہ یہ کہا جا رہا ہے کہ:

> ''یورپ کو دہشت و بربریت سے محفوظ رکھنے کے لیے روس چوتھی مرتبہ کوشش کر رہا ہے۔ پہلی مرتبہ منگولوں سے پھر نپولین سے پھر ہٹلر سے اور اب داعش سے نجات دلانے کے لیے میدان عمل میں ہے''۔

یورپ کی سلامتی یقینی بنانے سے مراد دراصل پیوٹن کی عالمی امن کے قیام کو یقینی بنانے کی کوشش ہے۔ اندرونی محاذ پر انہوں نے چین کے ساتھ مضبوط تعلقات کی بنیاد رکھ کر چار ہزار کلومیٹر طویل سرحد پر تصادم کی فضا کو ختم کر کے اسے ایک بڑی تجارتی منڈی میں بدل دیا ہے۔ مدبرانہ پالیسی مذاکرات اور معاہدوں کے ذریعے اقتصادی پابندیوں اور تیل کے بحران پر قابو پا لیا گیا ہے۔ مسلح افواج کو تجدیدی عمل کے ذریعے دنیا کی جدید ترین افواج کے ہم پلہ بنا دیا ہے اور اب روس 20 بلین ڈالر سے زائد کا فوجی ساز و سامان بھارت کے ہاتھوں فروخت کر رہا ہے جن میں ایٹمی صلاحیت کی حامل آبدوزیں، ایس 400 فضائی تحفظ کا نظام، 400 جدید ایم 135 گن شپ،

127 سا کوئی طیارے اور سمندر سے داغے جانے والے 500 میزائل بھی ہیں جنھیں چند ہفتے پہلے دور دراز علاقوں میں متعین بحری جہازوں سے فائر کر کے یمن میں اپنے اہداف کو نشانہ بنایا گیا تھا۔

اس وقت پیوٹن اپنے پڑوسی علاقوں (Near Abroad) میں روس کے مفادات کا تحفظ یقینی بنانے میں سرگرم عمل ہیں جس کے لیے انہوں نے جارجیا اور کریمیا کو بزور طاقت اپنے ساتھ ملا لیا ہے۔ 2004ء کے اوائل میں پیوٹن نے ''ولادی مباحثاتی کلب'' کی چھتری تلے سیاسی ماہرین اور دانشوروں کا ایک بڑا گروپ بنایا جس کے مشوروں سے ''مستقبل میں درپیش آنے والے مسائل اور تصادم کا سامنا کرنے اور پرامن زندگی'' کے لیے منصوبے تیار کیے گئے اور انہیں محرکات کے تحت روسی فوج اب شام میں مصروف ہے لیکن ان کا مقصد شیعہ اور سنی تصادم میں فریق بننا نہیں ہے بلکہ شام اور عراق کو لیبیا اور یمن جیسی صورت حال کا شکار ہونے سے بچانا ہے اور شام کو موجودہ دہشت گردی سے نمٹنے کے قابل بنانا ہے۔ شام میں اتحادی حکومت کا قیام ممکن بنانے کے بعد بشارالاسد کو دستبردار ہونے کے لیے بھی کہا جا سکتا ہے۔ اسی طرح روس ایک مستحکم حکومت بنانے کے لیے عراق کی جانب رخ کرے گا جہاں اتحادی حکومت قائم کرنے کی خاطر وزیراعظم حیدر العبادی کو بھی دستبردار ہونا پڑے گا اور داعش کا مقابلہ کرنے کے لیے کافی حد تک دو مضبوط ریاستیں وجود میں آ جائیں گی جنہیں دوسرے ممالک کی مدد بھی حاصل ہو گی کیونکہ داعش سب کے لیے خطرہ ہے۔ اس طرح پوری دنیا کی تائید سے داعش کے گرد گھیرا تنگ کرنے کی اس حکمت عملی سے داعش کے علاقوں کا مکمل محاصرہ کر کے اپنے اہداف حاصل کئے جا سکیں گے۔ یہ جنگی حکمت عملی ''پیوٹن کی پالیسی اور سیاسی سوچ کا تسلسل ہے جس کے تحت روس کی عسکری مہم کو سیاسی کامیابی سے ہمکنار کرنا مقصود ہے''۔

داعش سے نمٹنے کے حوالے سے ایسا لگتا ہے کہ پیوٹن اسلام کے پہلے دور کی تاریخ سے بخوبی آ گاہی رکھتے ہیں۔ 38 ہجری (659 عیسوی) میں اسلام کے منحرفین کا ایک ٹولہ جسے ''خوارج'' کہا جاتا ہے، بنوہاشم اور بنواُمیہ کے درمیان خونیں تصادم کے بعد بالکل داعش کی طرح ابھرا تھا۔ خلیفہ اسلام حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان کے خلاف نہروان کے مقام پر جنگ لڑی جس میں خوارجیوں کو شکست ہوئی۔ بالکل اسی طرح روسی منصوبے کے تحت آج شام اور عراق، داعش کے مکمل خاتمے کی جنگ لڑنے کے لیے تیار ہو رہے ہیں۔ پیوٹن، افغانستان کی صورت حال کا

بھی صحیح ادراک رکھتے ہیں۔آج کابل جن حالات سے دوچار ہے وہ کافی حد تک 1956ء میں پیش آنے والے سائیگان کے حالات سے مشابہت رکھتے ہیں' غیر ملکی کابل چھوڑ کر جا چکے ہیں امریکی اور نیٹو فوجی' ہوائی اڈوں اور دیگر مقامات کی جانب سفر کے لیے ہیلی کاپٹر استعمال کر رہے ہیں اور ہزاروں افغانی یورپ کی جانب' ایران و دیگر پڑوسی ممالک سے گزر کر ہجرت کر رہے ہیں۔

پیوٹن جانتے ہیں کہ طالبان جنگ جیت چکے ہیں اور عنقریب وہی افغانستان کے حکمران ہوں گے، لہٰذا روس کے لیے ضروری ہے کہ طالبان کے ساتھ مضبوط روابط استوار کرے اور جہاں ضروری ہو ان کی مدد کرے۔شیر خان کی خشک بندرگاہ سے قندوز جانے والے فوجی اسلحہ و ساز و سامان سے بھرے ٹرکوں کا قافلہ طالبان کے حوالے کیا جانا اسی مفاہمت کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔روس اور وسطی ایشیائی ممالک کے لیے ان ہزاروں جہادیوں کی اپنے اپنے ممالک کو واپسی کا مسئلہ بڑی تشویش کا باعث ہے جو آج طالبان کے ہم قدم ہو کر جہاد میں شامل ہیں۔ان جہادیوں کی اپنے ملکوں کو واپسی طالبان کی مدد کے بغیر ممکن نہیں ہے۔اسی طرح پاکستان کے 150,000 کے قریب قبائلی جو افغانستان میں مقیم ہیں' حکومت کی جانب سے عام معافی کے اعلان کے بعد انہیں وطن واپس لانے کا مسئلہ ہے۔ یہ فیصلہ مشکل ضرور ہے لیکن اس سے نہ صرف پاک۔افغان سرحد پر امن قائم ہو جائے گا بلکہ افغانستان سے ملحقہ ممالک میں قیام امن کے نہایت مثبت اثرات مرتب ہوں گے۔

پیوٹن کہتے ہیں:''عالمی سیاست میں امن کو کبھی استحکام نہیں رہا۔امن کو ایک ایسی غلطی کا نام بنا دیا گیا ہے جس کا دوام انتہائی مشکل ہے۔لہٰذا دیرپا امن کا قیام صرف جنگ کے لیے تیار رہنے سے ہی مشروط ہے''۔ پیوٹن نے ماضی کی سرد جنگ کے دور کو عالمی امن کے سنہری دور سے تشبیہ دیتے ہوئے سرد جنگ کے نئے دور کے آغاز کی نوید بھی سنائی جو ''ذرا مختلف نوعیت'' کا دور ہوگا۔ روس نے شام میں عسکری مداخلت سے ایک ماہ قبل ایک لاکھ سے زائد فوجیوں کے ساتھ وسطی ایشیا میں اپنی عسکری قوت کا مظاہرہ کیا اور پھر مضبوط تجارتی و اقتصادی اقدامات سے سرد جنگ کے نئے دور کے ابھرنے کو حقیقت کا ایک نیا رنگ دیا ہے۔ یہ 'نیا رنگ' اقتصادی تعاون، تجارت اور معیشتی تدبیروں کا نام ہے۔روس شنگھائی تعاون آرگنائزیشن (SCO) کا اہم ممبر ہے۔ پاکستان اور روس کے درمیان اقتصادی تعاون میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ بیلاروس کے وزیر اعظم پاکستان کے دورے پر ہیں اور اہم تجارتی معاہدوں پر دستخط ہو رہے ہیں۔ دو بلین ڈالر

سے زائد لاگت کا ایران کی سرحد سے لاہور تک گیس پائپ لائن کی تعمیر کا منصوبہ روس، چین، پاکستان، ایران اور افغانستان کے درمیان نئے اقتصادی زون کے قیام کے سلسلے میں نہایت اہم پیش رفت ہے۔ سعودی عرب سے تیل کے معاہدے کا مطلب روس کی اہمیت میں مزید اضافہ ہے اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ سعودی عرب کو واشنگٹن کے ساتھ تعلقات کے حوالے سے سرد مہری کا احساس ہے۔ اس طرح روس اب مشرق وسطی میں دھماکہ خیز انداز سے داخل ہو چکا ہے۔

نئی سرد جنگ کے خدوخال پچھلی سرد جنگ سے مختلف ہیں کیونکہ پچھلے دور میں امریکہ نے عسکری اتحادوں اور دنیا بھر میں عسکری ٹھکانے قائم کر کے مفادات حاصل کئے تھے اور عسکریت غالب رہی لیکن افغانستان اور عراق میں شکست کے بعد امریکہ نے اپنے تذویراتی مرکز (Strategic Pivot) کو اس خطے سے جنوب مشرق کی جانب منتقل کر کے اسٹریلیا، برونائی، کینیڈا، چلی، جاپان، ملائیشیا، میکسیکو، نیوزی لینڈ، پیرو، سنگاپور اور ویتنام کے درمیان قائم ہونے والا بین البحری شراکتی (Trans-Pacific Partnership) معاہدہ (TPP) بنایا ہے، جس کا مقصد چین کی اقتصادی ناکہ بندی (Economic Siege) کرنا ہے۔ اسی طرح امریکہ بھارت کے ساتھ مل کر بحرہند کے ساحلی ممالک کے مابین (Indian Ocean Rim Countries Partnership) معاہدہ (IORCP) بنا رہا ہے۔ چین نے اس کے جواب میں 16 مجوزہ ممالک کے درمیان آزاد تجارتی شراکتی اتحاد قائم کیا ہے جسے Regional Comprehensive Economic Partnership(RCEP) کا نام دیا گیا ہے۔ ''اس طرح جغرافیائی و اقتصادی عالمی نظام کا نقشہ نئے ابھرتے ہوئے جغرافیائی و تذویراتی نظام کے خدوخال میں حقیقت کا رنگ بھرتا دکھائی دے رہا ہے جو پیوٹن کی پیش کردہ اس منطق کے عین مطابق ہے کہ:

> ''امن اور پرامن زندگی ہمیشہ سے ہی انسانیت کی اوّلین خواہش رہی ہے لیکن عالمی سیاست میں امن کو کبھی استحکام نہیں رہا ہے۔ اس لئے ہم مستقبل میں دنیا کو تصادم سے دور رکھنے کے لیے کوشش کر رہے ہیں اور امن کے لیے کمربستہ رہتے ہوئے جنگ کے لیے بھی تیار ہیں''۔

''اذانِ حق''

لے کے رشوت پھنس گیا ہے، دے کے رشوت چھوٹ جا

ابو فیصل منظور انور

اسلامی جمہوریہ پاکستان کی تاریخ کا یہ المیہ ہے کہ بدعنوان سیاسی شخصیات، سرکاری افسران، صنعت کار، قرضہ خور اور بجلی و گیس چوروں سمیت دیگر بااثر لٹیروں کی لوٹ مار کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ وطن عزیز کے قیام سے لے کر آج تک گزشتہ 68 سالوں میں تقریباً ہر بااثر شخصیت نے ملکی خزانے کو دل کھول کر لوٹا ہے۔ ملکی وسائل لوٹنے والے کرپشن کنگ یہ خون خوار درندے اور لٹیرے اب تو کرپشن مافیا کی شکل اختیار کر چکے ہیں اور مختلف طریقوں سے ملکی خزانے پر ہاتھ صاف کر رہے ہیں۔ منصفانہ، غیر جانبدارانہ احتساب نہ ہونے اور حکمرانوں کی ہوس اقتدار و مصلحت کوشی کی پالیسیوں اور احتسابی اداروں کے ذمہ داروں کو رشوت دینے کے باعث ہر دور میں یہ لٹیرے صاف طور پر بچ نکلتے رہے اور پھر پہلے سے زیادہ دیدہ دلیری کے ساتھ آج تک دوبارہ لوٹتے چلے آ رہے ہیں۔ نوزائیدہ مملکت پاکستان میں مہاجرین کی آبادکاری و بحالی غلط کلیمز کے ذریعے بھاری جائیدادیں حاصل کرنے سے لے کر ہر دور کے ترقیاتی منصوبوں، سرکاری زمینوں کی الاٹمنٹ، غیر ملکی معاہدوں، حتیٰ کہ ملازمتیں بیچنے کا کاروبار ہر دور حکومت کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔ جمہوریت ہو یا آمریت ہر حکمران نے غریب عوام کو مستقبل کے جھوٹے سہانے سپنے دکھا کر ان کے خون پسینے کی کمائی، ملکی قدرتی وسائل کی لوٹ مار میں اپنے پیشرو حکمران سے بازی لے کر اس بہتی گنگا میں ہاتھ دھوئے کبھی جمہوریت کی بقا تو کبھی این آر او

کے نام پر یا پھر نیب حکام کو رشوت دے کر یا اس سے پلی بارگین کے ذریعے لوٹ شدہ مال کا معمولی حصہ دے کر ملکی دولت کو لوٹا گیا۔اکثر حکمرانوں نے ایک دوسرے کی کرپشن کو تحفظ دیا منی لانڈرنگ کی گئی اور کھربوں روپے بیرون ممالک میں بھجوا کر کاروبار کیئے گئے یا پھر جائیدادیں بنائی گئیں۔ بقول شخصے آزاد مملکت پاکستان ایک سونے کی میخوں سے جڑی کشتی کی مانند تھی جسے یار لوگوں نے اپنے پاؤں کے نیچے آنے والی ہر میخ کو اکھیڑ کر اپنی تجوری بھر لی اور نتیجے میں کشتی میں اتنے سوراخ ہو چکے ہیں کہ اب وہ معاشی لحاظ سے ڈوبنے کے قریب ہے۔ غیر ملکی قرضے لے کر نظام مملکت چلانے والے اپنی ہر باری کو آخری باری سمجھ کر لوٹتے رہے ہیں نتیجے میں ملک اربوں ڈالرز کا مقروض ہے بدقسمت عوام غیر ملکی قرضوں کے بوجھ تلے دب چکے ہیں۔ ایک اخباری رپورٹ کے مطابق ہر ایک پاکستانی تقریباً ایک لاکھ ایک ہزار روپے کا مقروض ہے۔ احتسابی ادارہ نیب میں کچھ عرصہ سے مختلف سیاسی و دیگر شخصیات کی اربوں روپوں کی لوٹ مار اور قرضے خوری کی تحقیقات کی اطلاعات نے عام پاکستانیوں کو خوش فہمی میں مبتلا کر رکھا ہے مگر یہ بات بعید از قیاس نہیں ہے کہ لٹیرے کسی نہ کسی طرح اپنے آپ کو بچانے میں کامیاب ہو سکتے ہیں تاہم ایک بات بڑی خوش آئند ہے کہ اب ملکی خزانے کو لوٹنے والوں کا یوم حساب آ چکا ہے اور ایک حساس ادارے نے ملک پاکستان کی غریب عوام کو لوٹنے والوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کا تہیہ کر رکھا ہے اب چوروں اور لٹیروں سے ملکی دولت واپس لینے کا آغاز ہو چکا ہے اللہ کرے یہ مہم کامیابی سے ہمکنار ہو جائے۔قومی خزانے کو ہڑپ کرنے والوں سے لوٹ شدہ ملکی سرمایہ واپس لئے بغیر ملک کی تقدیر نہیں بدل سکتی۔ کچھ عرصہ سے حالیہ احتسابی عمل صرف سندھ تک محدود اور سست روی کا شکار نظر آ رہا ہے اسے تیز تر کرنے اور ملک کے دوسرے صوبوں تک پہنچانے کا عوامی مطالبہ پورا کیا جائے کرپشن کنگ سازشوں کے ذریعے احتسابی عمل رکوانے کے لئے کوشاں ہیں اس لئے اسے جلد از جلد منطقی انجام تک پہنچانے کی ضرورت ہے۔

علامہ اقبال کے یوم پیدائش پر تعطیل عام کی منسوخی

پاکستان کی بانی مسلم لیگ کی حکومت نے تصور پاکستان کے خالق مفکر پاکستان علامہ محمد اقبال کی یوم پیدائش کے سلسلے میں برسوں سے سرکاری اداروں میں ہونے والی تعطیل عام

یومِ اقبال کوختم کر دیا ہے اورتا حال اس کوختم کرنے کی کوئی وجہ نہیں بتائی گئی تاہم سنجیدہ حلقوں دانشوروں، ادیبوں، وکلاء طلباء وطالبات سمیت دیگرکئی مذہبی و سیاسی رہنماؤں کی جانب سے مختلف اخباری بیانات میں تعطیل کے خاتمے پر شدید عوامی ردّعمل سامنے آرہا ہے کچھ حلقوں کے مطابق ایسے اقدامات کو ان حکومتی پالیسیوں کا تسلسل گردانا جا رہا ہے جس کے تحت پہلے مفکر پاکستان کی انقلابی شاعری کو نصاب سے خارج کیا جانا مقصود تھا مگر اس صورت میں شدید عوامی ردعمل ہونے کے خدشات کے باعث ایسا ممکن نہ ہوسکا اوران کے افکار کا کچھ حصہ ابھی تک تعلیم نصاب میں شامل ہے اور ہماری نوجوان نسل اس سے کسی حد تک مستفیض ہو رہی ہے۔اب نظریۂ پاکستان کے خالق، شاعرمشرق اور عظیم فلسفی کے دن کوشایان شان طریقے سے منانے کے اعلان کی بجائے اس روز کی چھٹی کو بھی ختم کر دیا گیا ہے۔علامہ اقبال کی شاعری میں مسلمان نوجوانوں میں فلسفہ خودی اور شاہین صفت کو اجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ انھیں جذبہ جہاد کی اہمیت سے روشناس کرایا گیا ہے۔عالمی استعماری قوتیں شاعرمشرق کی انقلابی شاعری کے اثرات کو روکنے کے لئے سرگرداں ہیں وہ مسلم نوجوانوں میں اقبال کے فلسفہ جہادوحریت کے بیدار ہونے سے خائف ہیں۔اتنے بڑے عظیم لیڈر تاریخی عالمی شخصیت کے پیغام اورکلام سے تو اقوام عالم بھی مستفید ہورہی ہیں مگراپنی نوجوان نسل کو بے خبر رکھنا نا صرف پاکستانیوں بلکہ امت مسلمہ کی آئندہ نسلوں کے لئے نظریاتی موت کے مترادف ہے کچھ لوگوں کے مطابق حکومتیں مغربی مما لک کی خوشنودی اوران کے دباؤ کی وجہ سے ایسا کررہی ہیں کیا ہی اچھا ہوتا کہ موجودہ حکومت جواسلامی جمہوریہ پاکستان کی خالق ہونے کی دعویدار ہے اس روز کی تعطیل عام کوختم کرنے کی بجائے یوم اقبال کو بڑے ہی تزک احتشام اورعقیدت واحترام کے ساتھ منانے کا اعلان کرتی اور ہمارے تعلیمی اداروں میں اقبالیات پرمبنی کردارسازی کے مقابلے منعقدکروائے جاتے تاکہ اپنے مستقبل سے بے نیاز ہمارا نوجوان جوآج کل گمراہی کی دلدل کے قریب بھٹک رہا ہے اسے علامہ اقبال کی عطا کردہ نشان راہ منزل مل جاتی اور وہ ایک سچا پکا مسلمان مردمجاہد بطل حریت اوراپنے اسلاف کی تعلیمات کا پیکر بن جاتا۔چونکہ اسلام دشمن طاقتیں ہماری نوجوان نسل کوایسے اوصافِ حمیدہ سے آراستہ ہوتے دیکھ ہی نہیں سکتیں جس پرعمل پیرا ہوکر وہ ایک سچا اور کھرا عمل صالح کا پیکر با کردار

مسلمان نوجوان بن جائے اور اسلامی روح کے مطابق دنیا میں اپنا مجاہدانہ رول ادا کر سکے جس کی طرف شاعر مشرق نے توجہ دلائی ہے اس لئے وہ ہماری نسلوں کو اپنے عظیم رہنماؤں کی تعلیمات سے بے بہرہ رکھنے میں اپنی عافیت سمجھتے ہیں۔ حکومت چندروزہ اقتدار کی خاطر اغیار کی طرف سے ٹھونسی جانیوالی ایسی تعلیمی پالیسیاں اپنانے سے گریز کرے جس سے ہمارے مشاہیر اسلام اور قومی رہنماؤں کے عطا کردہ رہنما اصولوں سے لاتعلق رکھ کر انھیں ایک لبرل اور سیکولر معاشرے کا دلدادہ بنا دیا جائے۔ آزادیٔ وطن کے ابتدائی سالوں 1952ء میں صوبہ پنجاب کے قدیم ترین ضلع جھنگ میں تعینات رہنے والے ڈپٹی کمشنر قدرت اللہ شہاب نے شہاب نامہ میں صفحہ نمبر 536 پر ڈپٹی کمشنر کی ڈائری کے عنوان سے ضلع جھنگ کے دو بڑے زمینداروں کے بارے میں لکھا ہے کہ

''ایک بڑا زمیندار، وڈیرہ اس کے پاس آیا علاقے میں تعلیم کی کمی پر طویل تقریر کرتے ہوئے کہا کہ نیکی کا کام کرتے ہوئے فلاں گاؤں میں ایک سکول کھول دیں تو علاقے پر احسان عظیم ہوگا وہ اسکے لئے مفت زمین کمروں کی تعمیر کے لئے بیس ہزار روپے نقد اور ایک استاد کی ایک برس کی تنخواہ اپنی جیب سے ادا کرنے کے لئے حاضر ہے میرے وعدے کے بعد وہ ہنسی خوشی واپس چلا گیا چند روز بعد ایک اور بڑا زمیندار وڈیرہ آیا اور کہا کہ جناب میں نے کیا گناہ کیا ہے جس کی سزا دی جارہی ہے آپ اس کے علاقے میں سکول کھول کر اس پر بڑا ظلم کریں گے میرے استفسار پر بتایا کہ اس کے مخالف زمیندار وڈیرے نے یہ سکول اپنے نہیں اس کے علاقے میں بنوایا ہے اگر اسے تعلیم سے اتنا ہی پیار تھا تو وہ اپنے علاقے میں کیوں نہیں کھلواتا میرے یہ کہنے پر کہ آپ بھی اس کے علاقے میں ایک سکول کھلوا دیں یہ سن کر اس کی کچھ تشفی ہوئی مگر اس کے بعد ان دونوں میں سے کوئی بھی اس کے پاس نہ آیا''

ضلع جھنگ میں عصری تعلیم دشمنی کی یہ گھٹیا ترین مثال تھی اصل معاملہ یہ تھا کہ دونوں وڈیرے اپنے علاقوں میں تعلیمی روشنی سے خائف تھے اور وہ جہالت کے اندھیرے کو ہی اپنے اقتدار اور چودھراہٹ کی کنجی سمجھتے تھے جبھی تو اپنے اپنے علاقوں میں سکولوں کے اجرا کی مخالفت میں پیش پیش تھے۔ آج ستر سال گزرنے کے باوجود پاکستانی سیاسی قیادت و بااثر شخصیات کی ترجیحات اور سوچ نہیں بدلی ہے وہ اقبال کے اسلامی نظریاتی وانقلابی پیغام کو عام کرنے کی بجائے

غیر ملکی اشاروں پر صرف لارڈ میکالے کی طرز تعلیم کو ہی اپنا کر اپنے اقتدار کو طول بخشنے کی کوششوں میں مصروف ہیں رہی سہی کسر موجودہ حکومت نے نکال دی ہے۔ شعبۂ تعلیم میں ترقی کے تو بڑے دعوے کئے جا رہے ہیں مگر نصاب تعلیم میں قومی رہنماؤں کے پیغامات کو زیادہ اہمیت دے کر عام کرنے اور ان کے ناموں سے منسوب ایام کو شاندار طریقے سے منانے کی بجائے سرے سے انھیں نظر انداز کرنے کی پالیسیاں اپنائی جا رہی ہیں۔ شاید حکومتیں قائد اعظم محمد علی جناح کے خاندان کی گوشہ نشینی کی طرح علامہ اقبال اور ان کے خاندان کو بھی فراموش کرنا چاہتی ہیں۔ تخلیق پاکستان کی اہم شخصیات ان عوامی رہنماؤں کی آزاد اسلامی جمہوریہ پاکستان کے لئے برسوں پر محیط کوششوں اور گراں قدر خدمات کو فراموش کرنا کسی کے بس کی بات نہیں ہے ایسا ہونا ہماری آئندہ نسلوں پر ظلم و زیادتی کے مترادف ہے۔

فرمانِ قائد

''یاد رکھو۔! دنیا کی تمام مشکلات کا حل اسلامی حکومت کے قیام میں ہے۔ اسی مقصد کی خاطر میں لندن کی پر سکون زندگی کو چھوڑ کر عظیم مفکر علامہ اقبال کے تصور کو عملی جامہ پہنانے کی خاطر ہندوستان آ گیا ہوں۔ ان شاء اللہ ایک ایسی فلاحی اور مثالی مملکت قائم ہو گی، جس کی بنیاد لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ پر ہو گی، اور دنیا اس کی تقلید پر مجبور ہو جائے گی''۔

(نئی دہلی میں انٹرویو۔26 نومبر 1946ء)

ماہنامہ فیض الاسلام راولپنڈی نومبر 2015ء

تبصرہ وتعارف کتب

تبصرہ نگار: حافظ مختار احمد گوندل

1 سخنِ اقبال

مرتب: محمد الیاس ڈار

ناشر: دعوت فاؤنڈیشن پاکستان، اسلام آباد

زیر تبصرہ کتاب مطالعہ اقبالیات کے حوالہ سے نوجوانوں اور بالخصوص طلبہ وطالبات کے لیے دعوت فاؤنڈیشن، اسلام آباد کی جانب سے تحریر کی گئی ہے۔ کلام اقبال خواہ اردو میں ہو یا فارسی میں، دراصل بیداریٔ اُمت کا ترجمان اور عروجِ ملت اسلامیہ کا پیغام ہے۔ پیامِ اقبال توقیر آدم، وجدانی افکار اور ہمہ گیر تربیت انسان کا منشور ہے۔ گو ذریعہ اظہار 'شاعری' اختیار کیا لیکن بقولِ شارح اقبال ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم ''فطرت نے اس کو اسی حیثیت سے تلمیذ الرحمٰن بنایا تھا۔'' اقبال کی شاعری نے احیائے اُمت کے تقاضوں کو دل نشین اور یقین آفرین سانچوں میں ڈھال کر ملت اسلامیہ کی رہبری کی ہے۔ دوسری گول میز کانفرنس روانگی کے موقع پر دہلی میں نوجوانوں سے مخاطب ہو کر آپ نے فرمایا تھا: ''میرے پاس حق وصداقت کی جامع کتاب ''قرآن مجید'' ہے جس کی روشنی میں مسلمانانِ ہند کے حقوق کی ترجمانی کرنے کی کوشش کروں گا۔'' مسجد قرطبہ میں دو رکعت نفل ادا کرنے کے بعد دعائیہ صورت میں فرمایا:

تری خدائی سے ہے میرے جنون کو گلہ　　اپنے لیے لامکاں میرے لیے چار سو
فلسفہ و شعر کی اور حقیقت کیا ہے　　صرف تمنا جسے کہہ نہ سکیں رو برو

طلبہ و طالبات کے لیے تفہیم اقبال کے لیے یہ کتاب خوبصورت اشاعتی معیار کی حامل ہر طالبعلم کی ضرورت، اقبال کے شائقین کے لیے کسی تحفہ سے کم نہیں اور تعلیمی کتب خانوں کی ناگزیر ضرورت ہے۔

2 سہ ماہی جی

جی میں کیا کیا ہے اپنے اے ہمدم
پر سخن تا بہ لب نہیں آتا

مدیر: محمد دین جوہر

کتاب محل، دربار مارکیٹ، لاہور

quarterlyjee@gmail.com

زیر تبصرہ تحقیقی جریدہ جناب محمد دین جوہر صاحب کی سرپرستی میں شائع ہونے والا وہ سہ ماہی جریدہ جو اسلاف کی روایات کا امین، متوازن فکری و تحقیقی اسلوب اور پاکستان میں علمی رسائل کے حوالے سے ایک منفرد مقام کا حامل ہے۔ ملک بھر کے دینی و ادبی حلقوں کا ترجمان اور پاکستان کے نصب العین کی تکمیل اور نظریۂ پاکستان کی ترویج کا مؤثر ذریعہ ہے۔ قارئین کی معلومات اور استفادے کا خصوصی علمی خزانۂ عامرہ محترم احمد جاوید صاحب کے اشعار، عرفانی و مذہبی حکمت سے لب ریز افکار اور جریدہ میں شامل اشاعت وہ ''اسباق'' جو اسلام، ادب، فلسفہ، کلام، اور نظری تصوف پر ان کی تحقیقات کا اعلیٰ نمونہ اور کسی بھی فلسفیانہ عقدے کی گرہ کشائی کی ناگزیر ضرورت ہیں۔ تحقیقی نگارشات سے مزین یہ مجلّہ نہ صرف اردو ادب کا خزینہ بلکہ مسلکی پابندیوں سے آزاد اسلامی علوم و معارف کا وہ ترجمان ہے جو تعلیمی اداروں کے علاوہ دینی حلقوں کی علمی افزائش، تعلیمی و تعمیری فکر کے حامل افراد کی معلومات میں اضافہ کا باعث ہے۔ تاہم اس کے اشاعتی دورانیہ میں تسلسل اور کتب خانوں میں اس کی فراہمی کا نظام اصلاح طلب ہے۔ تقابلی مطالعہ کے لیے ایسے مضامین جن میں عقائد و نظریات پر نقد و جرح ہوتی ہے تو بتقاضائے انصاف متنی تحقیقی معیار اور اصولوں کو بھی ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے۔ ترتیب و تدوین، ضخامتی اعتبار اور اپنے اشاعتی معیار کے حوالے سے یہ جریدہ اہل دانش اور کتب خانوں کی ناگزیر ضرورت ہے۔

3 ارمغانِ فانیؒ

تالیف: مولانا نوراللہ نوروز یرستانی

ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد، نوشہرہ

زیرِتبصرہ کتاب ارمغانِ فانی' دنیائے علم وادب کے ماہتاب اور ایک جید عالم حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم فانیؒ کی حیات، تصنیفات، تعلیمی و تدریسی خدمات اور ان کی شاعری پر مقالات کا ایک ایسا حسین و دلنشین ادبی و نثری شہ پارہ ہے جسے سوانحی ادب میں ایک نادر اضافہ بھی کہا جاسکتا ہے جس کا مطالعہ قارئین کی روحانی و وجدانی کیفیات میں طراوت و بالیدگی کا احساس اُجاگر کرتا ہے اور علمی وادبی اور اسلامی و تعلیمی حلقوں کے بارے معلومات میں بھی اضافہ کرتا ہے۔ جیسا کہ مؤلف نے حضرت فانی کے علوم و معارف اور متنوع علمی جواہر پاروں کے بارے میں تحریر کیا ہے: ''القاسم اکیڈمی کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ حضرت محمد ابراہیم فانیؒ کے تمام مضامین اور منظومات جو ماہنامہ القاسم میں شائع ہوئے ہیں کتابی صورت میں منصۂ شہود پر لے آئے۔'' جامعات میں گو عموماً یہ روایت رہی ہے کہ عظیم شخصیات کی وفات کے بعد تحقیقی تصانیف تو منظرِ عام پر آتی ہیں مگر ان کی حیات میں ان پر تحقیقی کاوشوں کو درخورِ اعتنا کیوں نہیں سمجھا جاتا؟ تاہم ان روایاتِ کہن کو توڑنے کا منفرد اعزاز القاسم اکیڈمی کو ہی حاصل ہے جس نے زندہ شخصیات کو بھی موضوعِ تحقیق بنا کر وابستگانِ علم و دانش کے لیے نئی راہوں کو وا کر دیا ہے۔ دینی کتب خانوں کی ضرورت اور دیگر کتب خانوں کی زینت کے لائق ہے۔

قرآن پاک کے منظوم تراجم یا

کلام اللہ کے ساتھ کھلواڑ

مصنف: رئیس احمد نعمانی

ناشر: گوشہ مطالعات فارسی، علی گڑھ 202001 انڈیا

زیرِتبصرہ کتابچہ دراصل عصرِ حاضر کے شعراء کے لیے ایک گائیڈ ہے جس میں منظوم ترجمہ ہائے قرآن پر ادبی نقطۂ نظر سے نقد و جرح اور شرعی اعتبار سے ان منظوم تراجم میں پائی جانے والی اغلاط کی بھرپور نشاندہی کی گئی ہے۔ مصنف اردو اور فارسی کے ایک قادر الکلام، مشاق اور زُود گو شاعر ہونے کی حیثیت سے علم عروض اور علم بیان سے بخوبی آشنا ہیں۔ ان کی الفاظ پر گرفت اور خیالات و جذبات کو شعری جامہ پہناتے ہوئے ان کا مضبوط دینی پس منظر ان کے کلام میں جا بجا عیاں ہے۔ انہیں تراکیب و استعارات کے استعمال اور صنائع و بدائع پر مکمل عبور حاصل ہے۔ چونکہ وہ خود شاعر ہیں اس لیے قافیہ اور ردیف اور شعر کے معنوی حسن سے بھی آگاہ ہیں۔ لہٰذا نوامیس دین کی حفاظت اور قرآن پاک کے تقدس کے پیشِ نظر ان منظوم تراجم قرآن پر اپنی تنقیدی صلاحیتوں کو زیب قرطاس کیا ہے تاکہ عوام الناس کو ضلالت و غوایت سے محفوظ رکھا جائے۔ اسی لیے لوجہ اللہ ان منظوم تراجم پر حرف زنی کرتے ہوئے کیفی بھوپالی سے سوال کرتے ہیں:

> ’’آپ یہ ترجمہ نظم کرنے میں جو صلاحیت اور وقت صرف کر رہے ہیں تو اس کا حاصل کیا ہے؟ نثری ترجمے کی مدد سے تو لوگ پورے قرآن آسانی سے سمجھ نہیں پاتے (جبکہ اس میں کوئی ایچ پیچ بھی نہیں ہوتا) تو پھر نظم اور شعر کی بھول بھلیاں میں پھنس کر کیا فیض اُٹھائیں گے؟ اور اس منظوم ترجمے کی علمی دنیا یا پھر مسلمان قوم کے لیے ہی افادیت کیا ہے؟ اس ملاقات اور گفتگو کے بعد بھی کیف صاحب بہت دنوں تک زندہ رہے، مگر میرا سوال آج تک تشنۂ جواب ہے۔‘‘

مکتوباتِ حقانی

محمد اورنگزیب اعوان

ادارہ تالیفات اسلامیہ، ہری پور

یہ کتاب نامور خطیب، مایہ ناز مصنف و مؤلف، عظیم محقق، شیخ الحدیث مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کے اُن دینی اصلاحی اور ادبی مکاتیب کا مجموعہ ہے جو انھوں نے مولانا اورنگزیب اعوان صاحب کے نام تحریر کیے۔ کتاب کا مطالعہ کرکے اندازہ ہوتا ہے کہ اہل علم حضرات کے مکاتیب بھی کیا علمی و روحانی اثر آفرینی رکھتے ہیں۔ مرتب نے ان مکاتیب کو شائع کرکے ایک اچھا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر عطا فرمائے اور اس کتاب کو شرفِ قبولیت۔ آمین

15 جولائی 1948ء کو

سٹیٹ بنک آف پاکستان کے افتتاح پر خطاب

قائداعظم نے مغرب کے سودی سرمایہ دارانہ نظام کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

''مغرب کے معاشی نظام نے انسانیت کے لیے لاینحل مسائل پیدا کردیے ہیں۔ اور اکثر لوگوں کی رائے یہ ہے کہ مغرب کو اس تباہی سے کوئی معجزہ ہی بچا سکتا ہے جو مغرب کی وجہ سے دنیا کے سر پر منڈلا رہی ہے ...... اگر ہم نے مغرب کا معاشی نظریہ اور نظام اختیار کیا تو عوام کی پرسکون خوشحالی حاصل کرنے کے اپنے نصب العین میں ہمیں کوئی مدد نہ ملے گی۔ ہمیں دنیا کے سامنے ایک مثالی معاشی نظام پیش کرنا ہے جو انسانی مساوات اور معاشرتی انصاف کے سچے اسلامی تصورات پر قائم ہو۔''

فِیْ مَدْحِ النَّبِیِّ ﷺ

وَ اَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَیْنِیْ

آپ سے زیادہ حسین میری آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا

وَ اَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآءُ

اور آپ سے زیادہ خوبصورت کسی عورت نے نہیں جنا

خُلِقْتَ مُبَرَّاً مِنْ كُلِّ عَیْبٍ

آپ ﷺ ہر عیب سے پاک پیدا کیے گئے ہیں

كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَآءُ

گویا آپ اسی طرح پیدا ہوئے ہیں جیسے آپ نے چاہا

سَیِّدُنَا حَسَّانُ بْنُ ثَابِت رضی اللہ عنہ

الحمدللہ

ماہنامہ حکمت بالغہ جھنگ

اشاعت کے نوسال   نوخصوصی اشاعتیں

- ☆ 2007ء حقیقت انسان نمبر
- ☆ 2008ء حقیقت علم نمبر
- ☆ 2009ء احیاء العلوم نمبر
- ☆ 2010ء دوقومی نظریہ اور پاکستان کا نظریاتی نظامِ تعلیم نمبر
- ☆ 2011ء حقوقِ نسواں نمبر
- ☆ 2012ء یاجوج ماجوج نمبر
- ☆ 2013ء الصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
- ☆ 2014ء جنوبی ایشیا میں ہندو مسلم نظریاتی کشاکش......
- ☆ 2015ء حکمت اقبال ہی نظریۂ پاکستان ہے

خود مطالعہ کریں___دوستوں کو تحفہ دیں

محدود تعداد میں دستیاب ہیں

مکتبہ قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر